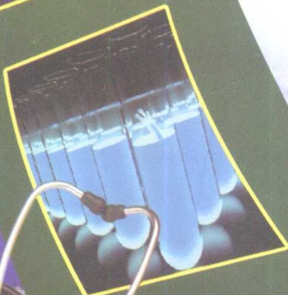
اسلام اور جدید میڈیکل سائنس

تالیف
ڈاکٹر محمد شوکت شوکانی







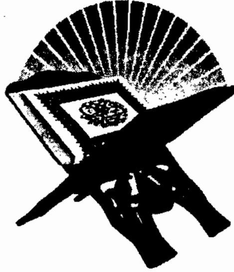
مکتبہ دانیال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام
اور
جدید میڈیکل سائنس





تالیف
ڈاکٹر محمد شوکت شوکانی



042-37660736
0333-4276640

مکتبہ دانیال

جلال دین ہسپتال بلڈنگ اردو بازار لاہور

یا اللہ جل جلالہ　　　　یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کتاب	اسلام اور جدید میڈیکل سائنس
تالیف	ڈاکٹر محمد شوکت شوکانی
اہتمام	ابوبکر صدیق
ناشر	مکتبہ دانیال
نظرثانی	
طبع اول	25 اگست 2009ء
مطبع	ندیم یونس پرنٹرز لاہور
کمپوزر	محمد مقصود 0300-0321-0334 9469878
تعداد	1100
قیمت	=/90 روپے

مکتبہ دانیال

اسلام اور جدید میڈیکل سائنس

باب نمبر 1

انتقال خون

باب نمبر 2

جنسی تبدیلی

باب نمبر 3

انسانی کلوننگ کیوں حرام ہے؟

باب نمبر 4

ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی شرعی حیثیت

باب نمبر 5

انتقال اعضاء

باب نمبر 6

خاندانی منصوبہ بندی

باب نمبر 7

جدید دور کے متفرق مسائل

باب نمبر 8

بالوں کی پیوندکاری

باب نمبر 9

پوسٹ مارٹم اور ڈائی سیکشن کی شرعی حیثیت

باب نمبر 10

باب نمبر 11

متعدی امراض اور اسلامی نقطہ نظر

مسنون خطبہ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ۝

أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ ۝

"بلاشبہ سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے۔ ہم اسی کی تعریف کرتے' اسی سے مدد مانگتے اور اسی سے بخشش طلب کرتے ہیں۔ اپنے نفس کی شرارتوں اور اپنے بُرے اعمال سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں جسے اللہ راہ دکھائے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ دھتکار دے اسے کوئی راہ راست پر نہیں لا سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے' وہ اکیلا ہے' کوئی اس کا شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔"

"حمد و صلوٰۃ کے بعد! یقیناً تمام باتوں سے بہتر بات اللہ کی کتاب اور تمام طریقوں سے بہتر طریقہ محمد ﷺ کا ہے اور تمام امور میں سے بُرے کام (دین میں) خود ساختہ (بدعت والے) کام ہیں' ہر بدعت گمراہی اور ہر گمراہی کا انجام جہنم ہے۔"

يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُونَ ۝ يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ

رَقِیْبًا ○ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا ۙ○ یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا ○

"اے اہل ایمان! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمھیں اس حال میں موت آئے کہ تم مسلمان ہو۔ لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا (پھر) اس سے اس کی بیوی کو بنایا اور (پھر) ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پیدا کیں اور انھیں (زمین پر) پھیلا دیا۔ اللہ سے ڈرتے رہو جس کے نام پر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور قطع رحم سے (بچو)۔ یقیناً اللہ تم پر نگران ہے۔ اے اہل ایمان! اللہ سے ڈرو اور سیدھی (سچی اور کھری) بات کہو۔ اللہ تمھارے اعمال سنوار دے گا اور تمھارے گناہوں کو معاف فرما دے گا جس نے اللہ اور اس کے رسولﷺ کی اطاعت کی، یقیناً اس نے عظیم کامیابی حاصل کر لی۔"

1. ((مسلم، الجمعة، باب تخفیف الصلوۃ والخطبة، حدیث 868 و 867 والنسائی، 3278))
2. ((رواہ الاربعة واحمد والدارمی و روی البغوی فی شرح السنة مشکوۃ مع تعلیقات الالبانی، النکاح، باب اعلان النکاح ــــ وقال الالبانی حدیث صحیح))

تنبیہات:

- صحیح مسلم، سنن نسائی اور مسند احمد میں ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم کی حدیث میں خطبہ کا آغاز ((ان الحمد للہ)) سے ہے۔ لہٰذا ((الحمد للہ)) کی بجائے ((ان الحمد للہ)) کہنا چاہیے۔
- یہاں ((نؤمن بہ ونتوکل علیہ)) کے الفاظ صحیح احادیث میں موجود نہیں ہیں۔
- یہ خطبہ نکاح، جمعہ اور عام وعظ وارشاد یا درس و تدریس کے موقع پر پڑھا جاتا ہے۔ اسے خطبہ حاجت کہتے ہیں اسے پڑھ کر آدمی اپنی حاجت و ضرورت بیان کرے۔

عرض ناشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ!

آج کے مغرب زدہ معاشرے میں اسلام کو ضابطہ حیات کی بجائے چند عبادات اور رسم و رواج کا دین سمجھ لیا گیا ہے اور باور بھی یہی کروایا جاتا ہے کہ جدید ٹیکنالوجی اور جدید میڈیکل سائنس سے متعلق اسلام خاموش ہے' اس کا مکمل کریڈٹ یورپ کو دیا جاتا ہے' حالانکہ یہ ظلم ہے۔ تعصب کی عینک اتار کر اسلام کا مطالعہ کیا جائے تو آپ کو اس میں دین و دنیا کے ہر شعبہ سے متعلق مکمل راہنمائی ملے گی۔

زیر نظر کتاب "اسلام اور جدید میڈیکل سائنس" بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے' ڈاکٹر شوکت علی شوکانی صاحب نے کتاب و سنت کی روشنی میں جدید میڈیکل سے متعلق مسائل پر روشنی ڈالی ہے۔

اس کتاب میں مختلف مسائل سے متعلق ممتاز علما کے فتاویٰ اور ماہرین کی آراء کو بھی جمع کر دیا گیا ہے۔ حقیقت میں یہ مؤلف محترم کی کئی سالہ محنت اور تحقیق کا نتیجہ ہے جو احباب کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔

محترم حافظ عبدالسلام بن محمد نے اس کی نظر ثانی کی جبکہ حافظ یوسف سراج نے تہذیب و تسہیل کا فریضہ سرانجام دیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اسے جمیع احباب کے لئے مفید بنائے اور مؤلف محترم اراکین ادارہ مکتبہ دانیال اور قارئین کے لیے ذخیرہ آخرت بنائے۔ (آمین)

محمد ابوبکر صدیق

مدیر "مکتبہ دانیال"

۲۸۔ رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ

مقدمہ

جامع الترمذی میں ہے:

"حکمت اور دانائی مومن کی گمشدہ چیز ہے' وہ جہاں کہیں بھی اسے ملے وہی اس کا زیادہ حقدار ہے۔"

اقبالؒ نے کہا:

نہیں ہے نا امید اقبالؒ اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

جب میں اپنے ماضی کی طرف پلٹ کر دیکھتا ہوں تو مجھے میرے اسلاف علم و فن اور ایجادات و تحقیقات کے میدان میں دیگر قوموں کی قیادت و رہنمائی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ وہ تاریخ ہو یا جغرافیہ' سیرت ہو یا حدیث و تفسیر' فقہ و نحو ہو یا حیاتیات' فزکس ہو یا کیمسٹری' ہیئت ہو یا ریاضی و طب' اسماء الرجال ہو یا دنیا کا کوئی اور فن وہ مجھے ہمیشہ صف اوّل میں دکھائی دیتے ہیں۔ یورپ کی موجودہ ترقی میں بھی انہی کا کردار نظر آتا ہے۔ یہ ان کی محنت کا ثمر ہے جس سے آج وہ قومیں فائدہ اُٹھا رہی ہیں جنہوں نے ہمارے آباء کے کارناموں پر پردے لٹکا دیئے ہیں۔ آج مسلمان اپنی نالائقی اور سستی کی وجہ سے شرمسار ہیں۔ ہماری نئی نسل احساس کمتری کا شکار ہے۔ سکولوں' کالجوں' یونیورسٹیوں اور مدارس میں زیر تعلیم مسلم طلباء کو یہ احساس ہمیشہ دامن گیر رہتا ہے کہ شائد ان کے اسلاف کا دامن ایسے سائنسی کارناموں سے خالی ہے کہ جن پر وہ فخر کر سکیں۔

غیر مسلموں کی نظر میں مسلمان کی تصویر ایک ایسے شخص کی سی ہے جو حرم کی وسعت کا دلدادہ' عیش و عشرت اور آرام و سکون کا عادی' تصورات و شاعری کا رسیا اور تعلیم سے محروم انسان ہے۔ چین سے لے کر امریکہ تک اس کی ایک ہی شکل ہے جس کے خدوخال یہ ہیں کہ وہ بڑا خوفناک اور تنگ نظر ہے' ننگ کائنات ہے اور فرسودہ باتوں پر جان دیتا ہے۔ اسے جدید زمانے کے تقاضوں کا کوئی علم' یہ پرانی روایات کو سینے سے چمٹائے ہوئے ہے۔

جب قومیں فطرت سے اغماض برتتی ہیں تو لوگ ان کے متعلق اسی طرح سے سوچتے ہیں۔
جابر بن حیان، محمد بن زکریا رازی، ابن خلدون، ابن الہیثم اور الادریسی ایسے ہزاروں علماء کے کارناموں کو قصہ پارینہ سمجھا جانے لگا ہے اور ان کی محنت اپنے کھاتوں میں ڈال کر اپنے لیبل لگا لئے جاتے ہیں جیسا کہ یورپ نے یہ سب کچھ کیا ہے۔ ہم نشان عبرت بنے کھڑے ہیں اور اقوام عالم میں ہمارا کوئی مقام نہیں۔ جو قومیں علوم و فنون میں پیچھے رہتی ہیں، ان کو ایسا مقام ملنا خلاف توقع نہیں ہوتا۔ وہ آج ہم سے آگے ہیں اور اس صورت حال کا سارا ملبہ ان پر ڈالنے کی بجائے اپنے کھاتے میں بھی ڈال کر اصلاح احوال کرنا ہو گی۔ اپنی عظمت رفتہ کو واپس لانا ہو گا بہر حال باوجود اس صورتحال کے یاس اور ناامیدی اس مسئلہ کا حل نہیں اور نہ یہ مومن کا شیوہ ہوا کرتا ہے۔ مومن ہمیشہ ناسازگار حالات کو مشکلات سے گزار کر سازگار بناتا ہے اور آسانیوں کو تنگیوں میں تلاش کرتا ہے۔ حالات سے گھبراتا نہیں بلکہ عزم و ہمت سے آگے بڑھتا ہے اور تاریکی کو روشنی میں تبدیل کرتا ہے۔ اسلام روشنی کے لئے آیا ہے اور جہالت اس کی ضد ہے۔ آج روشنی اور جہالت کے مابین مقابلہ ہے۔ جدید دور میں نت نئے مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ آئے دن نئی سے نئی ایجادات اور علوم و فنون کی ترقی نے جہاں ہر قوم اور معاشرے کو متاثر کیا ہے۔ وہاں مسلمانوں کے لئے بھی ایسے مسائل پیدا ہوئے ہیں جن کا تعلق زندگی کے مختلف شعبوں سے ہے۔ انہی مسائل میں سے جدید میڈیکل کی دنیا میں آنے والی تبدیلیاں بھی ہیں جو موجودہ حالات میں وضاحت اور اسلامی راہنمائی کا تقاضا کرتی ہیں جبکہ اسلامی دنیا میں اس کے متعلق خاموشی ہے۔ میں نے اللہ ربّ العزت کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنی بساط کے مطابق اس میں حصہ ڈالا ہے۔ امید ہے کہ ہمارے علماء، دینی مدارس کے طلباء اور مسلمان ڈاکٹروں کے لئے جہاں یہ کاوش مفید ثابت ہو گی وہاں غیر مسلم محققین کو بھی اسلام کے بعض روشن پہلوؤں پر سوچنے کا موقع فراہم کرے گی۔ علاوہ ازیں اسلام کے خاندانی نظام کی عظمت دیگر معاشروں کے مقابلے میں احسن انداز میں پیش ہو گی ان شاء اللہ!

پرانے نظام تعلیم کی یہ خوبی تھی کہ جو شخص دین کا ماہر ہوتا وہ دنیاوی علوم و فنون پر بھی اچھی خاصی دسترس رکھتا تھا بلکہ بعض لوگ تو جہاں دینی اعتبار سے اپنے وقت کے امام تھے، وہاں وہ سائنسی علوم میں بھی پیش پیش تھے۔ وہ دینی اور دنیاوی علوم کا حسین امتزاج تھے سو ان کی ترقی کا یہ بھی ایک راز تھا۔ موجودہ دور میں ایسا نہیں ہے اور نہ سردست یہ ممکن ہے۔ یہ ضروری تو نہیں کہ جو عالم دین ہو وہ سائنسی علوم میں بھی ماہر ہو لیکن ایسا بھی نہیں ہونا چاہئے کہ جو سائنس دان ہو وہ دین سے کورا اور جو عالم ہو وہ سائنسی علوم سے بے بہرہ ہو۔ موجودہ دور میں دین و دنیا دونوں علوم میں ایک حد تک مناسب علم رکھنا وقت کا اہم ترین تقاضا ہے کیونکہ اس کے بغیر گزارا نہیں۔ مسلم سائنس دان دینی علوم سے دوری

کے باعث اسلام کی صحیح نمائندگی نہیں کر پائیں گے اور وہ حلال و حرام کے درمیان فرق بھی نہیں کر سکیں گے۔ دوسری طرف علماء سائنسی علوم سے ناآشنائی کی وجہ سے تردد اور ابہام کا شکار ہو کر ملکی اور قومی ترقی میں فعال کردار ادا نہیں کر سکیں گے جس کی وجہ سے بعض جائز صورتوں میں بھی رکاوٹ پیدا ہو سکتی ہے اور یوں ہم دیگر قوموں سے پیچھے رہ جائیں گے جیسا کہ آج کل یہ ہو بھی رہا ہے۔

میں نے اپنے اس کتابچہ میں پہلے تو زیر بحث مسئلے کی طبی صورتحال کی وضاحت کی ہے اور پھر بعد میں صحیح اسلامی فکر پیش کی ہے تاکہ شرح صدر کے ساتھ کسی بھی نئے مسئلے کے متعلق سوچا جاسکے اور کسی مسئلے کی تہہ تک پہنچا جاسکے۔ علماء و طلباء پہلے تو جدید دور کے نئے طبی مسائل کا ادراک کریں تاکہ وہ اس کے متعلق شرعی حکم لگانے کا فیصلہ کر سکیں اور یوں ان میں نئے انداز فکر سے سوچنے کا ملکہ پیدا ہو' دوسری طرف مسلمان اطباء کو اسلامی فکر میسر آسکے' وہ اس کی روشنی میں آگے بڑھیں اور اس طرح سے فقہ الکتاب والسنۃ فی العصر الجدید کے تقاضوں کو پورا کر سکیں۔

جدید دور کے مسائل کے متعلق میں نے موجودہ دور کے متبحر علماء کو ترجیح دی ہے خصوصاً فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز ابن باز رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر عرب علماء کے علاوہ "عرب نیوز" کے مفتیان کرام کو بھی لیکن جہاں مجھے کسی بھی جید عالم کی رائے نہیں مل سکی وہاں میں نے اپنی تحقیق کے مطابق لکھا ہے اور کسی مسئلے میں علماء کے درمیان اختلاف رائے کو بھی ذکر کر دیا ہے۔

میں نے حتی الوسع طوالت سے بچنے کی کوشش کی ہے تاکہ قاری اکتاہٹ کا شکار نہ ہو اور مشکل انگریزی الفاظ کو اُردو میں تحریر کیا ہے تاکہ عام آدمی بھی استفادہ کر سکے۔ میں نے سادہ اور عام فہم انداز اختیار کیا ہے تاکہ یہ مشکل موضوع آسان ہو۔ اس رسالہ کی تصنیف و ترتیب میں مجھے جگہ جگہ اپنی کم علمی کا احساس ہوا ہے حتی المقدور میں نے غلطی سے بچنے کی کوشش کی ہے لیکن پھر بھی بتقاضائے بشریت ایسا ممکن ہے' آپ جہاں کہیں سہو دیکھیں نشاندہی فرما کر ممنون فرمائیں۔ یہ رسالہ تحریر کرنے کا مقصد صرف اور صرف طلباء کے اندر جذبہ تحقیق پیدا کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور اسے ہمارے لئے دنیا و آخرت میں باعث عزت و شرف بنائے۔ آمین!

آخر میں' میں اپنے ان تمام علماء کرام اور ڈاکٹر حضرات خصوصاً جملہ اساتذہ گورنمنٹ ہائی سکول سنکھترہ ڈسٹرکٹ نارووال کا شکر گزار ہوں کہ جن کے ساتھ علمی مباحث کے نتیجے میں' میں کتاب لکھنے کے قابل ہوا۔ میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اجر عظیم عطا فرمائے۔

اس کے ساتھ ساتھ فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب مدیر جامعہ معہد العالی مرید کے کا بھی انتہائی ممنون ہوں کہ جنہوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات میں سے وقت نکال کر اس کتاب پر نظر ثانی کی اور اپنی مفید اور قیمتی آراء سے نوازا۔ میں سیف اللہ خالد صاحب' مدیر ادارہ "مکتبہ دانیال" لاہور کا بھی شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے اس کتاب کو اپنے ادارے کی طرف سے انتہائی معیاری اور خوبصورت انداز میں شائع کیا۔

اللہ تعالیٰ ان تمام بزرگوں کی محنتوں کو شرف قبولیت بخشے اور دنیا و آخرت کی کامیابی کا سبب بنادے۔ آمین!

مقدمہ طبع چہارم

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ

اس اللہ کا شکر ہے جس کی بدولت یہ نظام کائنات رواں دواں ہے اور یہ دنیا بڑی خوبصورتی کے ساتھ ترقی کی طرف گامزن ہے۔ چند سال قبل ہم نے "طیبہ ہومیوپیتھک میڈیکل ریسرچ سنٹر" کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا تھا جس کا کام پاکستان میں ہومیوپیتھک میڈیکل پر نئی تحقیق اور ریسرچ تھا اور اس کے ساتھ ساتھ میڈیکل لائن میں آنے والی نئی تبدیلیوں اور ضرورتوں کا حل اور ہر روز تیزی کے ساتھ بدلتی ہوئی نئی دنیا میں نئے پیدا ہونے والے مسائل کے متعلق اپنی میڈیکل اور طبی برادری کی شرعی اور دینی راہنمائی تھا۔ ان مقاصد میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہماری توقع سے بڑھ کر کامیابی دی ہے۔ الحمد للہ اب تک ہم اپنے ریسرچ سنٹر پر ہزاروں مریضوں کا علاج کر چکے ہیں۔ کئی نئی اور پرانی ادویات پر اور ان کی پوٹینسیوں پر تحقیق کر چکے ہیں اور علمی میدان میں ہماری دومایہ ناز کتب طبع ہو کر مارکیٹ میں اپنا بھرپور وجود منوا رہی ہیں اور لوگوں کی علمی پیاس بجھا رہی ہیں اور اب تک ان کے کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ ان میں "میرا کلینک" اور "اسلام اور جدید میڈیکل سائنس" ہیں اور دیگر کتب پر اللہ کی توفیق سے کام جاری ہے۔ تحقیقی میدان میں ہماری ان دونوں ہی کاوشوں کو بے حد پسند کیا گیا ہے اور موجودہ وقت کی ایک انتہائی اہم ضرورت تصور کی گئی ہے۔ ہمارے اس نئے کام پر ہمیں موصول ہونے والے تاثرات نے ہمیں بڑا حوصلہ دیا ہے اور نئے کام کے لئے مزید تیار کیا ہے۔

اس سلسلے میں ہمیں موصول ہونے والے اپنے سینئر اور علمی شخصیات کے تمام کے تاثرات بیان کرنا تو ناممکن بات ہے لیکن چند ایک کی اشارتاً بات کروں گا تاکہ اس سے ہمارے کام کے متعلق ہمارے دوست بھی آگاہ ہوں اور ان کو بھی حوصلہ ملے۔

پچھلے سال اس کتاب کی اشاعت کے چند ماہ بعد میں ایک بڑی اہم N.G.O کے مین ہیڈ آفس میں کسی کام کے سلسلے میں گیا تو اس کے ڈائریکٹر بڑے پُرتپاک انداز سے مجھے اپنی کرسی سے اُٹھ کر ملے۔ بڑے خوشگوار موڈ میں حال احوال دریافت کرنے کے بعد پوچھنے لگے کہ ڈاکٹر صاحب کیا بات آپ لیٹ آئے 'آپ کو رات والے پروگرام کا علم نہیں تھا۔ میں نے کہا کون سا پروگرام؟ کہنے لگے کہ جو رات کو فائیو سٹار ہوٹل میں تھا۔ میں نے کہا کہ مجھے تو اس کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں تھی۔ میں تو ویسے ہی لاہور آیا تھا لیکن آپ مجھے تھوڑی سی اس کی اپنی زبانی رپورٹ سنا دیں۔

کہنے لگے کہ یہ پروگرام ہماری N.G.O نے زلزلہ زدگان کی خدمت کرنے والے لوگوں سرکاری اور غیر سرکاری N.G.O کے اعزاز میں منعقد کروایا تھا۔ پروگرام بڑا ہی شاندار اور کامیاب رہا۔ اس میں 26 وفاقی اور صوبائی وزراء کے علاوہ زلزلہ والے علاقے میں کام کرنے والے 250 ڈاکٹروں نے شرکت کی جن کو میڈل اور شیلڈز دی گئیں اور ڈاکٹر صاحب آپ کے لئے خاص بات کہ اُس کانفرنس کے تمام شرکاء کو آپ کی کتاب "اسلام اور جدید میڈیکل سائنس" بطور تحفہ دی گئی جس کو شرکاء نے بے حد پسند کیا۔ میں نے اُن سے اس کی وجہ دریافت کی تو وہ کہنے لگے کہ ہم نے بڑے غوروخوض اور مشورے کے بعد یہ فیصلہ کیا تھا کہ اس کتاب کو گفٹ پیک میں ضرور ہونا چاہئے کیونکہ جدید حالات میں اس عظیم طبقے کے لئے ان کی ضرورت کے مطابق شرعی راہنمائی کے سلسلہ میں یہ کتاب ایک جامع حیثیت کی حامل ہے۔

مجھے ان کی یہ بات سن کر بڑی خوشی ہوئی اور کئی لوگوں نے رابطے کئے اور ہماری اس کوشش کو داد تحسین بھی دی۔

دوسری دفعہ مجھے اس کی ضرورت اور اہمیت کا اندازہ جماعۃ الدعوۃ شعبہ خدمت خلق کی National Medical conference (دو روزہ نیشنل میڈیکل کانفرنس) میں ہوا۔ یہ کانفرنس شعبہ خدمت خلق تقریباً ہر سال کرواتا ہے اور اس کانفرنس کو میڈیکل کی دنیا میں عالمی لیول پر ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس سال یہ کانفرنس اپریل 20-19 2008ء کو لاہور میں منعقد ہوئی جس میں ملک کے چاروں صوبوں کے 87 پروفیسر ڈاکٹروں نے شرکت کی اور بڑے علمی لیکچر دیئے اور 700 سے زائد M.B.B.S ڈاکٹرز اور ملک کے تمام میڈیکل کالجز کے چیئر مینوں اور تمام بڑے ہسپتالوں کے اہم ذمہ داران نے بھی شرکت کی۔

میں بھی اپنے علاقے سے ایک مختصر ڈاکٹروں کا وفد لے کر گیا تھا' مجھے اس کے متعلق کوئی خاص آگاہی نہیں تھی۔ مجھے وہاں جا کر ہی اس کی اہمیت کا ادراک ہوا۔ ہال کے مین گیٹ پر جا کر میں نے اپنی اور اپنے وفد کی رجسٹریشن کروائی اور انٹری کارڈ حاصل کئے۔ سیکورٹی کے غیر معمولی انتظامات تھے۔ بڑی سخت تلاشی کے بعد ہم اندر داخل ہوئے تو عجیب سماں تھا' پلازے کا بیسمنٹ ہال پارلیمنٹ ہاؤس کا منظر پیش کر رہا تھا۔ ہال کی چاروں طرف بڑی بڑی سکرینیں چل رہی تھیں۔ پورا ہال بڑے بڑے اے سی لگا کے ٹھنڈا کر دیا گیا تھا۔ سیٹنگ ارینج منٹ (Arraignment) بڑے شاندار تھے۔ ہال شرکاء سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اور بڑی پُر کیف اور پُر سکون فضاء تھی۔ ہال کی جس طرف بھی دیکھئے بڑی بڑی سکرینوں پر ڈاکٹروں کے تیار کردہ علمی لیکچر بآسانی دیکھے اور سنے جاسکتے تھے۔ دو دن یہ کانفرنس اپنی آب

وتاب کے ساتھ چلتی رہی۔ آخری دن ترتیب وار لیکچر تھے' جناب ڈاکٹر احمد داؤد صاحب کے' جناب ڈاکٹر عامر عزیز صاحب جو کہ عالمی شہرت یافتہ آرتھوپیڈک ہیں اور کشمیر میں زلزلہ زدہ بھائیوں کی خدمت میں پیش پیش رہنے کی وجہ سے بھی اچھی خاصی جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ گھر کی ہسپتال لاہور میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ ان ک الیکچر دو حصوں پر مشتمل تھا' ایک انہوں نے مکمل کیا اور دوسرا حصہ ان کے ایک سینئر ڈاکٹر نے مکمل کیا۔ ان کے بعد جناب پروفیسر ڈاکٹر عبدالرحمان مکی صاحب کا لیکچر تھا۔ ان کے بعد پروفیسر عبدالجبار شاکر کا لیکچر تھا اور ان کے بعد تیسرے سیشن میں پروفیسر ڈاکٹر جناب محمود علی ملک کا Islamic Medical Ethic کے عنوان پر بڑا جاندار لیکچر تھا۔ یہ دو دن کا پروگرام سوائے چند دروس کے مکمل انگریزی میں تھا۔ خواتین ڈاکٹرز بھی موجود تھیں۔ اتفاق کی بات کہ اوپر مذکور تینوں پروفیسروں نے ایک حدیث کو بار بار اپنی تقریر میں بیان کیا۔

اب ڈاکٹر عامر عزیز کے ساتھی ڈاکٹر نے جو کہ کل سے بار بار اس حدیث کو مختلف ڈاکٹر حضرات سے سن رہے تھے' ڈاکٹر محمود علی ملک کی تقریر کے بعد ان سے یہ سوال کر دیا کہ جناب یہ پروگرام غیر معمولی نوعیت کا ہے اور یہ حدیث **اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ عِلْمُ الْاَدْیَانِ وَعِلْمُ الْاَبْدَانِ** بار بار پیش ہو رہی ہے۔ جناب ملک صاحب اس کی ذرا وضاحت کر دیں' اس کی استنادی حیثیت کیا ہے؟ اب اس سوال کی وجہ سے پورے ماحول میں ایک نئی چاشنی پیدا ہو گئی۔ مختلف حضرات نے جوابات دینے شروع کر دیئے لیکن وہ سوال کرنے والے صاحب مطمئن نہ ہو رہے تھے۔ جب میں نے یہ کیفیت دیکھی تو میں نے اپنی نشست پر کھڑے ہو کر سٹیج سیکرٹری صاحب سے اجازت چاہی' انہوں نے الیکٹرانک مائیک میری طرف بھیج دیا۔ میں نے ابتداء میں چند کلمات انگریزی میں بیان کئے' پھر بعد میں ضروری سمجھا کہ مسئلے کی اہمیت کے پیش نظر اس کو اُردو میں تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا جائے۔ میں نے کہا کہ حدیث واقعتاً ہی کل سے اس پروگرام میں بیان ہو رہی ہے تو ضروری ہے کہ اس کی استنادی حیثیت کو بیان کر دیا جائے تاکہ ڈاکٹر موصوف جنہوں نے سوال کیا ہے' وہ بھی مطمئن ہو سکیں اور دیگر لوگ بھی۔ میں نے کہا کہ یہ حدیث مشہور محدث شارح بخاری علامہ ملا علی القاری نے اپنی مشہور کتاب "موضوعات کبیر" میں ذکر کی ہے جو کہ تمام موضوع اور من گھڑت احادیث کا مجموعہ ہے اور مصنف موصوف نے اس مجموعہ احادیث کو جمع بھی صرف اسی لئے کیا تھا تاکہ اُمت کو ان من گھڑت احادیث کا علم ہو سکے لہٰذا اس حدیث کی استنادی حیثیت کوئی نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحب اصل اُس چیز کا جواب مانگ رہے ہیں اور میرا خیال ہے کہ اب ڈاکٹر صاحب بھی مطمئن ہو گئے ہوں گے اور دیگر شرکاء کو بھی علم ہو گیا ہو گا۔

ڈاکٹر موصوف نے میری اس وضاحت کے بعد میرا شکریہ ادا کیا اور بعد میں مجھے علیحدہ بھی ملے۔ جب میں نے ان کو اپنی اس تحقیقی کتاب "اسلام اور جدید میڈیکل سائنس" کے متعلق بتایا تو وہ بڑے حیران ہوئے اور انہوں نے بڑا زور دیا کہ آپ اس کی اشاعت کو عام کریں تا کہ ہمارے نئے ڈاکٹرز حضرات کو نئے شرعی پیش آمدہ مسائل کے بارے میں آگاہی ہو سکے۔

میرے لئے یہ پروگرام انتہائی اہمیت کا حامل تھا اور بے حد معلوماتی تھا۔ بے شمار نئی باتوں کا علم ہوا اور اس کے ساتھ ساتھ جو بات میں نے اس دو دن کے پروگرام میں محسوس کی وہ یہ تھی کہ پاکستان کا یہ طبقہ نا صرف پاکستان کا ایک قابل فخر سرمایہ ہے بلکہ مسیحائے قوم ہونے کے ساتھ ساتھ دل میں اسلام کی سچی محبت بھی رکھتا ہے لیکن دوران تعلیم اسلامی فہم و تربیت صرف ایک محدود حد تک ہونے کی وجہ سے اس کی اسلامی مسائل کے حوالے سے ابھی کافی تربیت کی ضرورت ہے جس انداز سے دنیا بدل رہی ہے اور علوم فنون میں تبدیلیاں واقع ہو رہی ہیں' ان پیش آمدہ مسائل کے متعلق ہمارے ڈاکٹر صاحبان ابھی کافی راہنمائی کے محتاج ہیں لہٰذا ہماری اس کتاب نے کافی حد تک اس ضرورت کو پورا کر دیا ہے اور جدید مسائل کے بارے میں ایک نئی طرز فکر کی طرف راہنمائی کی ہے اور مجھے امید ہے کہ بھائی ہماری اس کاوش کو پسند بھی کریں گے اور آئندہ زندگی میں پیش آمدہ مسائل میں کتاب و سنت سے راہنمائی بھی لازمی لیں گے۔

گو یہ کتاب ایک خاص علمی موضوع پر تھی اور ایک مخصوص طبقے کے لئے تھی لیکن پھر بھی اس کے پہلے تین ایڈیشن مکتبہ دارالاندلس لاہور کی طرف سے بہت قلیل عرصے میں شائع ہوئے اور ایک ایڈیشن "مکتبہ دارالعلوم ندبیہ" سعودی عرب مکہ مکرمہ کی طرف سے بھی شائع ہو چکا ہے۔ اب مجھے بے شمار دوستوں کے فون موصول ہوئے کہ آپ اس کتاب کی اشاعت کی اجازت "مکتبہ دانیال" لاہور کو بھی دے دیں کیونکہ یہ مکتبہ ملک بھر میں طبّی اور میڈیکل کتب کی اشاعت میں ایک خاص شہرت کا حامل ہے۔ اس کتاب کا اس مکتبہ کی طرف سے شائع ہونے کی وجہ سے کتاب آسانی سے دستیاب ہو سکے گی کیونکہ ہر مکتبہ کی ایک کاروباری لائن ہوتی ہے لہٰذا میں نے دوستوں کے اصرار پر ان کو بھی اجازت دے دی۔ جناب شیخ محمد ابو بکر صدیق نے بھی جب ہماری کتاب "میرا کلینک" کی پذیرائی دیکھی تو انہوں نے اس کتاب کو شائع کرنے کی بھی نا صرف حامی بھری بلکہ ایک ضرورت محسوس کی اور اس عزم کا اظہار بھی کیا کہ ہم انشاء اللہ اس کتاب کو بھی دارالاندلس کی طرح معیاری طرز کی چھپوائیں گے۔

مجھے قوی امید ہے کہ دوست احباب ہمارے اس فیصلے کو پسند فرمائیں گے۔ آخر میں ایک ضروری بات کہ انسان آخر انسان ہے سوائے اللہ عزوجل کی ذات کے کوئی بھی آدمی غلطی کر سکتا ہے۔

ہم نے اس کی اغلاط کی اصلاح کی بھرپور کوشش کی ہے لیکن پھر بھی احباب جہاں کہیں کوئی غلطی دیکھیں تو مطلع کریں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔

اللہ ربّ العزت سے دعا ہے کہ وہ ہماری اس سعی حقیر کو اپنے دربار عالیہ میں شرف قبولیت سے نوازے اور ہمارے لئے اس کو صدقہ جاریہ بنائے اور اس میں جو بھی ہم سے بھول اور غلطی ہوئی ہے وہ ہمیں معاف کرے۔

مولانا ڈاکٹر شوکت علی شوکانی

میڈیکل ریسرچ آفیسر "طیبہ ہومیوپیتھک میڈیکل ریسرچ سنٹر"

غلہ منڈی دھم تھل' ناروال

فون:0345-6694758-0302-6363780

انتقالِ خون

ومن احیاھا فکانما احیا الناس جمیعا (المائدہ:32)

باب نمبر1

مسئلہ انتقال خون

مے مانگتے ہیں نہ سبو مانگتے ہیں
کچھ جاں بہ لب ہیں جو لہو مانگتے ہیں

آج کے دور میں دکھی انسانیت کے لئے جہاں اور بے شمار مسائل ہیں وہاں ایک انتہائی اہم اور تکلیف دہ حصول خون کا مسئلہ ہے۔ اس کا ادراک ہسپتالوں کے ساتھ واسطہ پڑنے پر ہوتا ہے۔ جہاں ایک نئی دنیا اور الگ ماحول و معاشرہ ہے جس سے ہر آدمی کو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہئے۔ کچھ لوگ تو بیماری کی وجہ سے وہاں جاتے ہیں اور کچھ تیمارداری کے لئے لیکن یہ وقت ہر کسی کے لئے پریشان کن ہوتا ہے۔ وہاں نفسا نفسی کا عالم ہوتا ہے خصوصاً وہ لمحات جب مریض زندگی کی آخری سانسوں کی جنگ لڑ رہا ہوتا ہے اور موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہوتا ہے۔ بلڈ انیمیا کی وجہ سے ڈاکٹر صاحبان لواحقین سے مریض کی جان بچانے کے لئے خون کا تقاضا کرتے ہیں۔ ایک تو ہسپتالوں کا انتظام اور دیگر پریشانیاں پہلے ہی انسان کو حواس باختہ کئے ہوتی ہیں' انہی سوچوں میں محو اُلجھے ہوئے آدمی سے خون مانگا جائے تو پھر اللہ ہی جانتا ہے کہ اس پہ کیا گزرتی ہے۔ پریشانی کے اس عالم میں جب انسان اپنے آپ کو بے بس پاتا ہے' تمام دروازے بند پانے کے بعد جب وہ اللہ تعالیٰ کی طرف نگاہ اُٹھاتا ہے تو وہی گھڑی اور لمحہ ہوتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ بے بس اور ناچار آدمی کی مدد کرتا ہے۔ انتظام تو خیر ہو ہی جاتا ہے لیکن اس مسئلے کے بارے میں عام لوگوں کو علم نہ ہونے کی وجہ سے اچھی خاصی پریشانی ہوتی ہے لہٰذا اس مسئلے کی شرعی اور طبّی وضاحت کی جاتی ہے۔

انتقال خون کی شرعی حیثیت:

ملت اسلامیہ کے معتبر' جید اور اکابر علماء نے اضطراری حالت اور مجبوری کی صورت میں انتقال خون کی اجازت پر فتوے صادر کئے ہیں۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

(اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ) (البقرہ:173)

"بے شک (اللہ تعالیٰ نے) تم پر مردار' خون اور خنزیر کا گوشت حرام کیا ہے اور جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے' جو کوئی مجبور ہو وہ نہ بغاوت کرنے والا ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا تو اس پر کوئی گناہ نہیں' بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔"

مندرجہ بالا آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ چار چیزیں یعنی مردار' خون' خنزیر کا گوشت اور وہ ذبیحہ جس پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کا نام لیا جائے' حرام ہیں لیکن مجبوری کی صورت میں جان بچانے کی خاطر علمائے کرام نے انہیں جائز قرار دیا ہے بشرطیکہ نہ تو انسان بغاوت کرنے والا ہو اور نہ عادت بنا کر حد سے بڑھنے والا۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

(وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا) (المائدہ:32)

"جس نے ایک جان بچائی گویا اس نے پوری انسانیت کو بچایا۔"

نبی کائنات جناب رسول اللہ ؐ نے ارشاد فرمایا:

"تمام مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں جب کسی ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم بے قرار ہو جاتا ہے۔"[1]

لہٰذا ہمیں مصیبت میں مبتلا بھائی کی ہر طرح سے مدد کرنی چاہئے۔ ایک اور جگہ رسول اللہ ؐ نے ارشاد فرمایا:

"جو کوئی اپنے بھائی کی حاجت پوری کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت میں کام آئے گا' جو شخص کسی مسلمان کی ایک مصیبت دور کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی مصیبتوں میں سے ایک بڑی مصیبت دور فرما دے گا۔"[2]

سیالکوٹ میں کالج کے قریب ایک بلڈ بنک میں میری ملاقات ایک خون دینے والے بھائی سے ہوئی جو وقفے وقفے سے سات دفعہ خون دے چکا تھا اور سات انسانوں کی جان بچانے میں اپنا خون پیش کر چکا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ آپ نے یہ مشغلہ کیوں اختیار کیا ہے؟ وہ کہنے لگا کہ میں ایک گناہ گار آدمی ہوں' میں نیکیاں تو کوئی اتنی زیادہ نہیں کر سکتا لیکن یہ کام صرف اس لئے کرتا ہوں کہ

---

1 مسلم' کتاب البر' باب تراحم المؤمنین و تعاطفهم و تعاضدهم: ۲۵۸۶

2 بخاری' کتاب المظالم' باب لا یظلم المسلم المسلم ولا یسلمه: ۲۴۴۲

قیامت کے دن اس کام کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھے معاف کر دے اور جنت میں بھیج دے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے میرے اس کام سے خوش ہو کر مجھے جنت دے دی تو یہ سودا میرے لئے ہر گز خسارے کا نہیں۔

انتقال خون کی طبّی حیثیت اور اس کے انسانی صحت پر اثرات:

بوقت ضرورت حصول خون میں دشواری اور دقت کی ایک بڑی وجہ اس کے بارے میں عوام الناس کے ہاں درست اور صحیح معلومات کی عدم دستیابی ہے جس کی وجہ سے لوگ خون دینے سے ڈرتے ہیں' وجہ بعض وہ سنی سنائی باتیں ہیں جو ہمارے معاشرے میں مشہور ہو گئی ہیں جن کی کوئی حیثیت ہی نہیں۔

ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ خون دینے سے انسان کی صحت پر بُرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ آیئے! اس بارے میں ہم چند ضروری وضاحتیں کرتے ہیں جو مختلف سینئر ڈاکٹر صاحبان سے حاصل کی گئی ہیں۔ امید ہے کہ اس کے کے بعد ان شاء اللہ حصول خون کا مسئلہ کسی حد تک آسان ہو جائے گا۔

1- سال سے لے کر 65 سال تک ہر صحت مند انسان خون کا عطیہ دے سکتا ہے۔
2- ہر شخص بغیر کسی تکلیف کے ہر تین ماہ بعد خون کا عطیہ دے سکتا ہے۔
3- ہر انسان میں تقریباً پانچ لیٹر خون ہوتا ہے۔
4- ہر انسان میں آدھا لیٹر خون ایسا ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ریزرو کے طور پر رکھا ہے جو کسی کی جان بچانے کے لئے دیا جا سکتا ہے۔
5- ہر خون دینے والے سے ہمیشہ آدھے لیٹر سے بھی کم خون لیا جاتا ہے۔
6- خون کے بیشتر اجزاء ایسے ہیں جو خون دینے کے بعد 24 سے 48 گھنٹے کے اندر پورے ہو جاتے ہیں۔
7- خون کے وہ تمام اجزاء جن کی زندگی قلیل ہوتی ہے' تمام عمر جسم میں بنتے رہتے ہیں۔
8- آٹھ بار سے زیادہ خون دینے سے اجتناب کرنا چاہیے۔
9- نشئی اور مختلف بیماریوں میں مبتلا لوگوں کا خون ہر گز استعمال نہیں کرنا چاہیے۔
10- درست طریقے سے محفوظ کیا گیا معیاری بلڈ بنک کا خون 22 یوم تک قابل استعمال رہتا ہے۔

-11 خون دینے کے بعد موسم گرما میں جوس اور موسم سرما میں نیم گرم دودھ کا استعمال مفید ہے۔

-12 خون دینے کے چند منٹ بعد کوئی کمزوری اور ناطاقتی نہیں رہتی۔

-13 صحت مند عورتیں بھی خون کا عطیہ دے سکتی ہیں۔

-14 خون ہمیشہ لیبارٹری ٹیسٹ اور Blood Exam کے بعد استعمال کرنا چاہئے۔

انتقال خون اور آر-ایچ فیکٹر (R.H.Factar):

انتقال خون کے وقت آر-ایچ فیکٹر کا خیال رکھنا انتہائی ضروری ہے۔ یہ ایک مخصوص قسم کا اینٹی جن ہے جو ایک خاص قسم کے بندر کے خون میں پایا جاتا ہے۔ یہ فیکٹر 85 فیصد انسانوں کے خون میں بھی پایا جاتا ہے لیکن 15 فیصد لوگوں کے خون میں یہ اینٹی جن نہیں ہوتا۔ اگر کسی ایسے مرد کی شادی جس کا خون (+RH) ہو ایسی عورت سے ہو جائے جس کا خون (-RH) ہو تو ایسے جوڑے سے پیدا ہونے والا بچہ خون کے لحاظ سے (+RH) ہو گا۔ ایسی صورت میں ماں کے خون میں (-RH) کے مخالف اجزاء جنہیں اینٹی باڈیز کہا جاتا ہے' پیدا ہو جائیں گے جو بچے کے خون میں داخل ہو کر خون کے سرخ ذرات تباہ کرتے رہیں گے چنانچہ ایسی عورت کو اکثر اوقات اسقاط حمل ہو جاتا ہے اور یہ بار بار ہوتا ہے۔ اگر بچہ صحیح سالم اور پورے دنوں کا پیدا ہو بھی جائے تو وہ کچھ عرصے کے بعد مر جائے گا۔ ایسا بچہ سست' کمزور' زرد رنگ' یرقان والا اور تھیلاسیمیا کا مریض ہو گا۔ ایسے بچے کی جان بچانے کے مختلف طریقے ہیں کہ اس کو دو تین ماہ کے بعد تازہ (+.RH) خون دیا جائے' سرکاری اور غیر سرکاری چلڈرن سنٹروں میں اس کا انتظام ہوتا ہے جہاں سے یہ خون دستیاب ہو سکتا ہے یا خود (+.RH) گروپ کا آدمی تلاش کرنا پڑے گا۔

اسی طرح اگر آپریشن کے دوران کسی (-.RH) والی عورت کو (+.RH) خون مل جائے تو اس کے خون میں خون کے خلاف ایک اینٹی باڈیز پیدا ہو جاتی ہیں۔ اگر بعد میں پھر کبھی اس عورت کو خون دینے کی ضرورت پڑ جائے اور غلطی سے اگر اسے (+.RH) خون دے دیا جائے تو ردعمل سخت ہو گا جو جان لیوا بھی ہو سکتا ہے اس لئے لیبارٹری ٹیسٹ کے بغیر خون ہرگز استعمال نہ کریں۔ پرائیویٹ ہسپتالوں کو یہ ٹیسٹ توجہ سے کرنا چاہئے کیونکہ مریض اور اس کے لواحقین اس سے بے خبر ہوتے ہیں۔

خون کے گروپ کے لحاظ سے ان میں مطابقت اور احتیاط نہایت ضروری ہے کیونکہ ہر انسان میں ایک ہی قسم کا خون نہیں ہوتا اس لئے یہ جانے بغیر کہ دو افراد کا خون ایک دوسرے سے مطابقت

بھی رکھتا ہے یا نہیں؟ بغیر سوچے سمجھے ایک فرد کا خون دوسرے کے جسم میں منتقل کر دینا جان لیوا ثابت ہو سکتا ہے۔

خون کے گروپ:

1- (اے‘ بی‘ او) گروپ

2- آر-ایچ فیکٹر پازیٹو اور نیگیٹیو

خون کی چار اقسام ہیں۔ اے گروپ‘ بی گروپ‘ اے بی گروپ‘ او گروپ آر-ایچ فیکٹر والے خون کے دو گروپ ہیں (RH.+) گروپ اور (RH.-) گروپ (RH.-) سے وہ افراد مراد ہیں جن کے خون میں (RH) فیکٹر موجود نہیں ہوتا۔

لہٰذا انتقال خون کے سلسلہ میں اس امر کو ملحوظ رکھنے کی ضرورت ہے کہ اگر ایک مرد کے خون کا گروپ ’اے‘ ہے اور ساتھ ہی وہ (آر-ایچ +) بھی ہے تو ہم اس کے خون کے گروپ کو (اے +) کہیں گے اور خون دیتے وقت بھی کسی ایسے ہی شخص کا خون اسے دیں گے جس کا گروپ (اے +) ہو گا البتہ ایسے شخص کو گروپ (او) والا خون بھی دیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح (بی +) گروپ والے کو (بی +) گروپ کا خون دیا جائے گا اور گروپ (اے بی) یا گروپ (او) کو چاروں میں سے کوئی بھی خون دے سکتے ہیں۔

تاہم گروپ اے بی والے کو گروپ اے‘ بی گروپ‘ اے بی‘ یا او۔ چاروں میں سے کوئی بھی خون دے سکتے ہیں۔ گروپ (او) والے مریض کو صرف گروپ (او) ہی کا خون دیا جا سکتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں گروپ (اے بی) والے کو کسی بھی گروپ کا خون دیا جا سکتا ہے اور گروپ (او) والا خون کسی بھی مریض کو دیا جا سکتا ہے تاہم آر-ایچ فیکٹر کی موجودگی اور غیر موجودگی کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

خون مہیا کرنے والے اداروں کیلئے چند تجاویز:

1- خون دینے کے متعلق رائے عامہ ہموار کرنے کے لئے لٹریچر عام کیا جائے‘ ہر بلڈ بنک پر اس کے متعلق ماہانہ لیکچر ہو اور عطیہ دینے والوں کے ساتھ مسلسل رابطہ رکھا جائے۔

2- سرکاری و غیر سرکاری ہسپتال اور ڈسپنسریوں میں اس کے متعلق بورڈ آویزاں ہوں اور لٹریچر تقسیم کیا جائے۔

3- مختلف بلڈ بنک اور فلاحی ادارے اس سلسلہ میں اپنا نیٹ ورک وسیع کریں اور بلڈ گروپ کی تشخیص کا طریقہ کار عام لوگوں تک پہنچائیں چونکہ صرف بلڈ گروپ کا تعین کرنے کے لئے کسی لمبے چوڑے ٹیسٹ کی ضرورت نہیں ہوتی اس لئے بلڈ بنک کی انتظامیہ اور دیگر لوگ ایسے پروگرام ترتیب دیں جس سے عام لوگوں تک پہنچنا ممکن ہو۔ وہ کارخانوں' فیکٹریوں' مساجد' دینی مدارس' سکول و کالج' یونیورسٹیوں اور سرکاری و غیر سرکاری دفاتر تک پہنچیں' لوگوں کو ان کا بلڈ گروپ بتائیں اور خون دینے کی ترغیب دیں' ذہن سازی کریں اور بوقت ضرورت خون دینے پر آمادہ لوگوں کا اندراج کریں تاکہ ایمرجنسی کی صورت میں فائدہ اُٹھایا جا سکے۔

اگر ہم تمام لوگ اس کار خیر میں بڑھ چڑھ کر نیکی کی تمنا کرتے ہوئے شریک ہوں تو ان شاء اللہ اس مسئلہ پر قابو پایا جا سکتا ہے اور ہمارے خون کے چند قطرات کسی کی جان بچا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو صحت و تندرستی عطا کی ہے اس کا بہترین شکرانہ خون کا عطیہ ہے۔ ہر شخص کو اس کے لئے تیار اور آمادہ رہنا چاہئے کہ:

خون دل دے کے نکھاریں گے رُخ برگ گلاب
ہم نے گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے

خون کی خرید و فروخت کی ممانعت:

بعض لوگ اپنا خون ضرورت مند لوگوں کو فروخت کر دیتے ہیں اور طے شدہ قیمت وصول کرتے ہیں۔ اسی طرح بعض نجی بلڈ بنک اور سرکاری و غیر سرکاری ہسپتالوں میں ملازم حضرات بھی خون کی خرید و فروخت کرتے ہیں جو سراسر ناجائز ہے۔ رسول اللہ ؐ نے اس سے منع فرمایا ہے:

(اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ ثَمَنِ الدَّمِ وَثَمَنِ الْكَلْبِ وَكَسْبِ الْبَغِيِّ وَلَعَنَ اٰكِلَ الرِّبَا وَمُوْكِلَهٗ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ)[3]

"بے شک نبی اکرم ؐ نے خون کی قیمت' کتے کی قیمت اور زانیہ عورت کی کمائی سے منع فرمایا ہے اور آپ ؐ نے سود لینے والے اور دینے والے پر اور گودنے گدوانے والی پر لعنت کی ہے۔"

3 بخاری' کتاب اللباس' باب من لعن المصور: ۵۹۶۲

اس حدیث مبارکہ کی روشنی میں ایسے تمام لوگوں کو جو اس دھندے میں شامل ہیں، اپنے اس کام سے رُک جانا چاہیے۔

کوئی ادارہ یا بلڈ بنک صرف خون محفوظ کرنے میں آیا خرچ وصول کر سکتا ہے مثلاً پلاسٹک کی بوتل کی قیمت جس میں خون محفوظ کیا جاتا ہے۔ اگر وہ بھی کسی فلاحی تنظیم یا ادارے نے تمام مریضوں کی سہولت کے لئے مفت مہیا کر دی ہیں تو اس کی قیمت وصول کرنا بھی منع ہے۔

باب نمبر2

جنسی تبدیلی

چند دن قبل گورنمنٹ ہائی سکول سنکتھرہ کے سٹاف روم میں کچھ اہل علم اساتذہ کرام اخبارات کے مطالعہ میں مصروف تھے کہ جنسی تبدیلی کے موضوع پر گفتگو شروع ہوگئی' نارووال سے عبدالعزیز صاحب تشریف لے آئے جو پڑھے لکھے اور جہاں دیدہ شخص ہیں۔ پہلے تو وہ ہماری بحث کو بغور سنتے رہے پھر انہوں نے گفتگو شروع کی تو تمام دوست ان کی طرف متوجہ ہوگئے۔ تقریباً گھنٹہ بھر وہ بات کرتے رہے' ان کی گفتگو دلچسپ اور معلوماتی تھی۔ وہیں میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں اس موضوع پر قلم اٹھاؤں گا کیونکہ لوگ اس کے متعلق علم نہیں رکھتے حالانکہ اس کی ضرورت بڑھتی جارہی ہے۔ مجھے امید ہے کہ میری یہ تحریر اور کاوش اس مسئلے سے دوچار افراد کے لئے انتہائی مفید و راہنما اور اس پریشانی سے نجات کے لئے ممد و معاون ثابت ہوگی ان شاء اللہ!

تبدیلی جنس کیا ہے؟

تبدیلی جنس کا مطلب ہے کسی کی جنس تبدیل ہو جانا مثلاً کسی بچے کی پیدائش کے وقت معائنہ اور احوال و ظروف دیکھ کر اس پر بچے یا بچی کا حکم لگایا تھا لیکن جب وہ بڑھنے اور جوان ہونے لگا تو فطری طور پر اس کے جسمانی اور جنسی اعضاء میں بھی تبدیلی واقع ہونے لگی۔ آخر کار بذریعہ سرجری معاملہ پہلے حکم کے بالکل اُلٹ نکلا اور بذریعہ آپریشن جنسی تبدیلی کرنا پڑی جس کے متعلق شروع میں بچی کا تصور کیا گیا تھا وہ اب مرد کہلوانے لگا یا جسے ابتداء میں بچہ کہا گیا وہ عورت ثابت ہوئی تو ماہرین اس کیفیت کو تبدیلی جنس کا نام دیتے ہیں۔

تبدیلی جنس کیسے ممکن ہے؟

قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَطُوْرِسِيْنِيْنَ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ﴾(التين:95)

"قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی اور طور سینا کی اور اس امن والے شہر (مکہ) کی۔ بے شک ہم نے انسان کو انتہائی عمدہ ترکیب میں پیدا کیا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے مسلسل چار قسمیں کھا کر اپنا احسان عظیم یاد دلایا ہے کہ اے انسان! تجھے صحت مند' توانا اور تندرست پیدا کرنا فقط میری شان و عظمت کی دلیل ہے چنانچہ تجھے چاہیے کہ تو ہمیشہ میرا شکر گزار رہے۔ یاد رکھ! تیرے صحت و تندرستی سے پیدا ہونے میں تیرا ذاتی کوئی کردار نہیں۔ میں جس کو جیسے چاہتا ہوں پیدا کرتا ہوں' مجھے کوئی پوچھنے والا نہیں:

﴿هُوَالَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَالْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾(آل عمران:6)

"وہ ذات جو ماں کے پیٹ میں جیسے چاہتی ہے تمہاری تصویریں بناتی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ غالب حکمت والا ہے۔"

اس اصول ربانی کے تحت وہ ہر پیدا ہونے والے کو عمدہ ترکیب سے پیدا فرماتا ہے جس کی وجہ سے دنیا میں رونق ہے لیکن اللہ ربّ العزت اپنی قدرت اور قوت کا مظاہرہ دوسری طرح بھی کرتا ہے تاکہ انسان دیکھ کر عبرت حاصل کرے۔

آپ نے بعض اوقات اخبارات ورسائل میں ایسے بچوں کے متعلق پڑھا ہوگا اور تصاویر بھی دیکھی ہوں گی جو ناقص الخلقت یا عجیب الخلقت ہوتے ہیں۔ کسی کے دو سر ہوتے ہیں تو کسی کی تین ٹانگیں' کوئی نابینا ہوتا ہے اور کسی کی ٹانگ نہیں ہوتی' کسی کے پاؤں نہیں ہوتے اور کسی کے ہاتھ نہیں ہوتے۔ یہ بھی اس کی کاریگری ہے جو انسان کے لئے باعث عبرت ہے' بتلانا یہ مقصود ہے کہ انسان تو کتنا بے بس ہے سو تکبر اور غرور کو مت اختیار کر بلکہ ہمیشہ میرے سامنے عاجزی اختیار کر اور میرا شکر بجالا' یہ تجھ پر میرا حق ہے۔ پھر نظام قدرت دیکھیں جتنا کوئی زیادہ ناقص الخلقت اور عجیب الخلقت انسان یا حیوان ہو' اتنی ہی جلدی فوت ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو لمبی عمر نہیں دیتے اگر اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو جلد دنیا سے نہ اٹھائے تو نہ جانے اس کے گھر والوں کو کتنا دکھ اٹھانا پڑے۔ آپ نے یہ بھی ملاحظہ کیا ہوگا کہ کم نقص والے اکثر زندہ رہتے اور لمبی عمر پاتے ہیں جیسے نابینا' بہرہ' گونگا' مخنث وغیرہ۔

بچے ناقص الخلقت کیوں ہوتے ہیں؟

اس کی بڑی وجوہات واسباب تو میں نے اوپر ذکر کر دیئے ہیں کہ اس سے ربّ کی قوت اور انسان کی بے بسی کا اظہار مقصود معلوم ہوتا ہے لیکن یہاں اس کی چند ممکنہ طبّی وجوہات بیان کی جاتی ہیں:

1- استقرار حمل کے وقت رحم کا صحیح صاف نہ ہونا۔

2- رحم میں غیر طبعی مواد اور اجزاء پیدا ہونا۔

3- رحم میں رسولی ہونا۔

4- حاملہ کا اپنی صفائی ستھرائی کا خیال نہ رکھنا۔

5- گندی وناقص خوراک کا استعمال اور ماہواری میں خرابی۔

6- مانع حمل ادویات کا استعمال خصوصاً استقرار حمل کے آگے پیچھے کے ایام میں۔

7- توہم پرست اور وہمی عورت بھی ایسے بچے کو جنم دے سکتی ہے جو صفائی کا خیال نہیں رکھتی اور گندے ماحول میں رہتی ہے۔ اس کے علاوہ بھی کئی اسباب ہو سکتے ہیں۔

کیا تبدیلی جنس والے لوگ ناقص الخلقت ہیں؟

جی ہاں! یہ لوگ بھی ناقص الخلقت ہیں جن کی جسمانی تکمیل نہیں ہو سکتی چنانچہ وہ پورے انسانی اعضاء کے ساتھ پیدا نہیں ہو سکے، کسی جسمانی خرابی اور طبّی نقص کی وجہ سے اندرون رحم بڑھوتری رُک گئی اور یہ مقررہ مدت پوری کرنے پر اسی طرح پیدا ہو گئے۔

تبدیلی جنس کے اعتبار سے لوگوں کی اقسام:

1- مردانہ جنسی اعضاء سے محروم مرد

2- ناقص زنانہ جنسی اعضاء والی عورت

3- مخنث مرد

4- مخنث عورت

تبدیلی جنس کس طرح ہوتی ہے؟

اوپر ذکر کی جانے والی چار اقسام میں سے آخری تین ناقص زنانہ جنسی اعضاء والی عورت اور مخنث مرد و مخنث عورت میں تو کوئی تبدیلی نہیں کرنی پڑتی، یہ عام انسانوں کی طرح نارمل زندگی بسر کرتے

ہیں اور ان کو کوئی تکلیف بھی نہیں ہوتی' ان میں سے کچھ لوگ غلط دھندہ کی غرض سے تبدیلی کرواتے ہیں جو حرام ہے اور شریعت مطہرہ میں اس کی سخت مذمت ہے۔

ناقص الخلقت کی اقسام میں پہلی قسم جنسی عضو سے محروم مرد ہے۔ یہ بھی سارے نہیں ان میں سے بعض کو بذریعہ سرجری کچھ جنسی تبدیلی کروانی پڑتی ہے اور بعض دفعہ یہ ضروری ہوتی ہے' اس کی مکمل تفصیل تو یورالوجی کی کتابوں سے دیکھی جاسکتی ہے لیکن یہاں نہ تو اس کی ضرورت ہے اور نہ ہمارا یہ رسالہ اس کا متحمل ہے بہر حال یہاں ہم اس کا مکمل عمل بیان کر دیتے ہیں تاکہ مسئلہ سمجھ میں آسکے۔ جن لوگوں کے ساتھ یہ مسئلہ درپیش آیا' ان سے بعد از آپریشن کے احوال دریافت کئے گئے جو مندرجہ ذیل ہیں:

بوقت پیدائش والدین بچے کی شرمگاہ دیکھ کر ہی اس پر بچہ یا بچی ہونے کا حکم لگاتے اور اس کا لباس' پرورش اور ماحول ملحوظ رکھتے ہیں۔ بچہ ہو تو بچوں والا لباس و ماحول فراہم کرتے ہیں اور بچی ہو تو لباس و ماحول اور پرورش بچیوں والی کرتے ہیں لیکن ناقص الخلقت کا معاملہ یہ ہے کہ ابتداء میں اس کی پیشاب کی جگہ مثل عورت ہوتی ہے اور وہ بھی کوئی اتنی نمایاں نہیں ہوتی لیکن ہوتی عورت جیسی ہے جس کی بناء پر والدین اس پر بچی ہونے کا حکم لگا کر ابتداء ہی سے اس کو بچیوں والا لباس اور ماحول فراہم کرتے ہیں لہٰذا ایسا بچہ جب کھیلنے کودنے کے قابل ہوتا ہے تو گھر والے اور دیگر لوگ اس کو بچی ہی سمجھتے ہیں۔ ابتدائی چند سالوں میں کوئی ایسی تکلیف بھی ظاہر نہیں ہوتی لیکن جونہی چند سالوں کے بعد اس کا جسم بڑھنے لگتا ہے تو وقتاً فوقتاً ہیڈو کے قریب دونوں اطراف میں بعض اوقات سخت درد اٹھتا ہے جو ناقابل برداشت ہو جاتا ہے۔ کچھ دیر کے بعد ہلکی پھلکی دوائی کے استعمال سے یہ رفع بھی ہو جاتا ہے۔ عمر کے ساتھ ساتھ دورے زیادہ اور شدید ہوتے جاتے ہیں۔ ہیڈو کے قریب نلوں والی جگہ میں اُبھار بھی دونوں طرف شروع ہو جاتے ہیں جو جلد کے اوپر نمایاں نظر آنے لگتے ہیں اور دبانے سے زیر جلد دونوں طرف گول گول دو گلٹیاں بھی محسوس ہوتی ہیں۔ ایسی بچی جوں جوں بلوغت کی طرف بڑھتی ہے اس کی تکلیف میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ والدین پہلے بھی اسی بچی کے متعلق فکر مند تھے لیکن موجودہ صورت حال زیادہ پریشان کن ہوتی ہے' جس پر دیگر کسی بھی طریقے سے قابو پانا مشکل ہوتا ہے لہٰذا اسے کسی ڈاکٹر یا ہسپتال کی طرف لے جانا پڑتا ہے۔ یورالوجسٹ ڈاکٹر طبی معائنہ کے بعد سرجری لازم قرار دیتے ہیں۔ اتنے عرصے میں ایسی بچی جوان بھی ہو چکی ہوتی ہے' معاشرے میں بحیثیت عورت اپنا کردار ادا کر رہی ہوتی ہے لہٰذا جیسے ہی اس کا آپریشن ہوتا ہے تو لوگ کہنا شروع کر دیتے ہیں فلاں عورت مرد بن گئی ہے جس کی وجہ سے ایسی خبریں اخبارات کی زینت بنتی ہیں۔ موجودہ دور میں جدید سرجری کی بدولت ایسا ہوا ہے

ورنہ پہلے لوگ صرف پیٹ درد کے نام سے واقف تھے' علاج نہ کرواتے چنانچہ بندہ ہیجانی کیفیت میں مبتلا ہو جاتا' جذباتی شدت سے دیوانگی اور پوشیدہ امراض سے موت واقع ہو جاتی اور لوگ سمجھتے کہ پیٹ درد ہی ہوا تھا۔

تبدیلی جنس کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تبدیلی جنس کی حقیقت یہ ہوتی ہے کہ یہ لوگ ابتداء ہی سے یا تو مرد ہوتے ہیں یا مردانہ خصوصیات کے حامل ہوتے ہیں لیکن والدین نے ناقص الخلقت پیدا ہونے' ابتدائی جسمانی معائنہ کے بعد علم نہ ہونے کی وجہ سے یا جنسی عضو کے نامکمل یا مثل عورت ہونے کی وجہ سے اسے بچی قرار دے دیا لیکن جب اس کے جنسی اعضاء نے عمر کے ساتھ ساتھ کام کرنا شروع کیا' ان میں جنسی لہریں پیدا ہونا شروع ہوئیں تو پتا چلا کہ جنسی اعتبار سے یہ کچھ اور ہے۔ یورالوجی کہتی ہے کہ ایسے شخص کے پہلے ہی سے مردانہ اعضاء ہوتے ہیں لیکن وہ کسی پیچیدگی کی وجہ سے زیر جلد پوشیدہ رہتے ہیں لیکن جب ان میں بلوغت کے وقت تحریر پیدا ہوتی ہے تو پھر ان کو جلد سے باہر نکالنا پڑتا ہے۔ ڈاکٹر حضرات کے نزدیک ایسے شخص کے وقفے وقفے سے تین آپریشن کرنے پڑتے ہیں۔ پہلے آپریشن میں خصیتین جلد سے باہر نکالنا ہوتے ہیں تاکہ ان میں جنسی لہریں برداشت کرنے کی قوت پیدا ہو۔ اسی لئے مرد کے خصیتین اللہ تعالیٰ نے باہر فٹ کئے ہیں ورنہ جنسی تحریک کے وقت ناقابل برداشت درد ہو۔

آپریشن کب کیا جاتا ہے؟

ایسے مریض کا آپریشن فوراً نہیں ہوتا بلکہ اس کے دو بڑے ٹیسٹ ہوتے ہیں۔ یہ ٹیسٹ پاکستان میں صرف دو جگہوں پر اسلام آباد اور کراچی میں ہوتے ہیں۔ ایسے شخص کے سپرم ٹیسٹ ہوتے ہیں جس میں یہ پتا لگایا جاتا ہے کہ آیا ایسے شخص میں پیدا ہونے والے جنسی اجزاء مردانہ ہیں یا زنانہ؟ اس کے جسم کے دیگر ہارمون ورطوبتیں اور ٹشوز مردانہ یا زنانہ؟ اگر لیبارٹری رپورٹ ان تمام اجزاء کو مردانہ قرار دے تو آپریشن ہوتا ہے ورنہ نہیں۔

کیا ایسا شخص اولاد پیدا کرنے کے قابل ہوتا ہے؟

جدید طب تو اس کو تسلیم کرتی ہے میں خود ایسے کئی لوگوں سے ملا ہوں جنہوں نے سرجری کروائی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ابتداء میں جنسی تحریک بالکل مردوں جیسی پیدا ہوتی ہے اور احتلام وغیرہ بھی ہوتا ہے لیکن ہمارے لئے شادی میسر نہیں۔ میں نے پوچھا کہ کیا آپ کا شادی کو دل چاہتا

ہے؟ وہ کہتے ہیں ضرور! لیکن معاشرہ ہمیں مردوں والا مقام دینے کے لئے تیار نہیں جس کی وجہ سے شادی مشکل ہے۔

سرجری کے بعد کے حالات:

سرجری کے بعد ایسے لوگوں کا آلہ تناسل بڑھتا ہے، خصیتین میں جب حرکت و تحریک شروع ہوتی ہے جن کو بذریعہ سرجری نمایاں کیا گیا تھا تو ان سے ایسے ہارمون خارج ہوتے ہیں جو جسمانی بناوٹ کو مردوں جیسی کرتے ہیں، جسم مضبوط اور سڈول ہوتا ہے اور خصیتین کی حرکت کی وجہ سے پیدا ہونے والے ہارمونز سے ایسے شخص کے منہ کے بال جلد اُگ آتے ہیں، گھنے ہو جاتے ہیں اور بالکل مردوں جیسے ہوتے ہیں۔ دیکھنے سے بھی چہرہ مردوں جیسا ہی لگتا ہے۔

کیا یہ شخص نکاح کے قابل ہو سکتا ہے؟

ایسے شخص کو ہمارے معاشرتی حالات سامنے رکھ کر نکاح کا فیصلہ کرنا چاہئے تاکہ نہ تو وہ خود پریشان ہو اور نہ کسی کو پریشان کرے۔ محترم عبدالعزیز صاحب نے اپنے ایک قریبی رشتہ دار کے متعلق بتایا کہ ہم نے اس کی سرجری کے بعد شادی کر دی ہے۔ دونوں میاں بیوی راضی خوشی زندگی گزار رہے ہیں لیکن اولاد نہیں ہے۔ اپنے علاقے کے ایک جید عالم دین سے جب میری اس سلسلہ میں بات ہوئی تو انہوں نے مجھے ایک اخباری تراشا دکھایا جس میں خبر تھی کہ سرگودھا کے ایک زمیندار کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے بیٹے بن گئیں جن میں سے ایک کی شادی ایک سال قبل کر دی گئی۔ وہ میاں بیوی کامیاب ازدواجی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ انہوں نے مجھے امام شافعیؒ کی ایک کتاب "نوادرات شافعی" کے حوالے سے ایک واقعہ سے بھی آگاہ کیا جو امام شافعیؒ نے اپنی اس کتاب میں نقل کیا ہے اور ایک ایسے شخص کا حوالہ دیا ہے کہ جس نے دونوں صورتوں میں اولاد کو جنم دیا تھا لیکن مجھے کتاب نہیں مل سکی البتہ موجودہ دور میں روزنامہ "انصاف" نے اسی طرح کا ایک بیرون ملک کا واقعہ لکھا ہے۔ حدیث میں ایسے لوگوں کے معاملے کے ساتھ ملتا جلتا ایک واقعہ درج ہے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

((جَاءَتِ امْرَأَةُ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيِّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: كُنْتُ عِنْدَ رِفَاعَةَ فَطَلَّقَنِيْ فَأَبَتَّ طَلَاقِيْ، فَتَزَوَّجْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الزُّبَيْرِ، إِنَّمَا مَعَهُ مِثْلُ هُدْبَةِ الثَّوْبِ، فَقَالَ: أَتُرِيْدِيْنَ أَنْ تَرْجِعِيْ إِلٰى رِفَاعَةَ؟ لَا، حَتّٰى تَذُوْقِيْ عُسَيْلَتَهُ وَيَذُوْقَ عُسَيْلَتَكِ)) [4]

"رفاعہ قرظیؓ کی بیوی رسول اللہؐ کے پاس آئی اور کہنے لگی: اے اللہ کے رسولؐ! میں رفاعہؓ کے پاس تھی' اس نے مجھے طلاق بائن دے دی ہے۔ اب میں نے اس کے بعد عبدالرحمن بن زبیرؓ سے نکاح کر لیا ہے اور اس کے پاس تو صرف کپڑے کے ڈورے کے برابر ہے۔ آپؐ نے پوچھا: "کیا تو اب پھر رفاعہ کے پاس واپس جانا چاہتی ہے۔" اس نے کہا: ہاں۔ آپؐ نے فرمایا: "نہیں جب تک تو اس کی شرم گاہ اور وہ تیری شرم گاہ کا ذائقہ نہیں چکھ لیتے اس وقت تک ایسا ممکن نہیں۔"

اس سے معلوم ہوا کہ ایسے شخص کو خود ہی خیال کرنا چاہئے۔ اگر ایسا شخص کسی عورت کو اعتماد میں لے کر اس سے نکاح کر لیتا ہے اور پھر وہ فعل جماع بھی سرانجام نہیں دے سکتا تو حاکم وقت اور عدالت ان میں علیحدگی کروا سکتی ہے۔

معاشرے کی ذمہ داری:

اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ لوگ ایسے آدمی کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے جو سراسر زیادتی ہے چونکہ ایسے شخص کا اس حالت میں پیدا ہونا اس کا اپنا اختیار نہیں ہے' اگر اللہ تعالیٰ کسی کو ایسی مصیبت میں مبتلا کر ہی دیتا ہے تو ان لوگوں سے ہمدردی اور حسن سلوک سے پیش آیا جائے اور اس کو پورا پورا انسانی مقام دیا جائے تاکہ ایسے لوگوں کو احساس محرومی سے نجات ملے اور وہ بہتر زندگی گزار سکیں۔ ایسے شخص سے ہمدردی کرنا بھی نیکی ہے۔ اسے حقارت کی نظر سے نہ دیکھا جائے۔ کسی کے پیدائشی نقص کی وجہ سے کسی کو حقیر نہیں جاننا چاہئے بلکہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے اور عافیت مانگنی چاہئے کہ اے اللہ تعالیٰ! تیرا شکر ہے تو نے مجھے اس تکلیف میں مبتلا نہیں کیا۔

یہ لوگ خود اپنے خاندان کے لئے مسئلہ ہوتے ہیں سو معاشرے کو بھی مثبت رویہ اپنانا چاہئے۔ ان لوگوں کا مذاق اور تمسخر ہرگز نہیں اڑانا چاہئے بلکہ ان کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اچھا رویہ اپنانا اور ان سے بہتر تعاون کرنا چاہئے۔

---

4 بخاری' کتاب الشهادات' باب شهادة المختبی: ۲۶۳۹

تبدیلی جنس والے کا معاشرے میں مقام اور کردار:

ایسے لوگوں کو احساس کمتری اور احساس محرومی کا ہرگز شکار نہیں ہونا چاہئے بلکہ ان کو اپنی تعلیم و تربیت پر بہتر توجہ دینی چاہئے' محنت کرنی چاہئے تاکہ پڑھ لکھ کر خود اپنا بوجھ اُٹھانے والے بنیں' نہ کہ کسی پر بوجھ بنیں۔ وہ اس معاملے میں اللہ تعالیٰ پر توکل کریں' اپنے اندر خود اعتمادی پیدا کریں' اپنے آپ کو کاروبار میں مصروف کریں' اللہ تعالیٰ کا خوف اور تقویٰ اختیار کریں۔ ارکان اسلام کی پابندی کریں اور گناہ سے اجتناب کریں۔ جنت کے حصول کے لئے نیک اعمال کریں اور جہنم کے خوف سے گناہوں سے بچیں۔ اگر یہ دنیا میں احکام الٰہی کی پابندی کریں گے تو ان شاء اللہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کو ان کے نیک اعمال کا بدلہ دے کر جنت الفردوس میں داخل کرے گا اور انہیں تکلیف پر صبر کا اجر عطا فرمائے گا۔

گمراہ لوگ:

بعض مخنث قسم کے لوگ جہالت' عدم علم اور غلط تربیت کی بناء پر گناہ کو اپنا پیشہ بنا لیتے ہیں۔ ساری زندگی ایسے ہی گزار دیتے ہیں اور بڑھاپے کے وقت لاری اڈوں' چوکوں اور بازاروں میں نشان عبرت بنے دیوانوں کی طرح ٹھوکریں کھا رہے ہوتے ہیں۔ ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا جبکہ جوانی کے عالم میں وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا ہی صرف اس لئے کیا ہے حالانکہ بات اس طرح نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

(وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ) (الذاریات: 56)

"میں نے جنوں اور انسانوں کو فقط اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔"

یہ لوگ بھی انسان ہیں' ان پر بھی احکام الٰہی کی تعمیل ضروری ہے۔ ایسے افراد کو غلط لوگوں کے ہاتھوں ہرگز استعمال نہیں ہونا چاہئے۔ والدین کو چاہئے کہ ایسے بچوں کی تربیت پر عام صحت مند بچوں سے بھی زیادہ توجہ دیں اور ان کو کاروبار پر لگائیں تاکہ یہ گناہ سے بھی بچیں اور معاشرے پر بھی بوجھ نہ بنیں۔ مخنث مرد کو مردوں والے احکام کی تعمیل کرنا ہوگی۔ مخنث عورت کو پردے اور لباس میں مکمل احتیاط کرنی چاہئے اور گناہ کو پیشہ نہیں بنالینا چاہئے۔ اگر ایسے لوگ نیک اعمال کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے یہ نقص دور کر کے جنت میں داخل فرمائے گا۔

توہمانہ عقیدہ:

بعض جاہل لوگ ان کے متعلق مختلف قسم کے عجیب خیالات رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کی بددعا سے بچو' ان کی بددعا بہت بُری ہوتی ہے۔ ایسے کمزور عقیدے کے لوگ ہی ان پیشہ ور لوگوں کی حوصلہ افزائی کرنے والے ہوتے ہیں حالانکہ بددعا تو کسی کی بھی اچھی نہیں ہوتی اور ہر کسی پر ظلم وزیادتی کرنے سے بچنا چاہئے جس کے نتیجے میں وہ بددعا دے سکتا ہو' ظاہر ہے وہ خطرناک بھی ثابت ہو سکتی ہے۔

رسول اللہؐ نے فرمایا:

((اِتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ))[5]

"مظلوم کی بددعا سے بچو۔"

اللہ تعالیٰ اور اس کی پکار میں کوئی حجاب نہیں ہوتی۔ مخنثوں کو خواجہ جان کر ان کو مقدس تصور کرنا بالکل غلط ہے۔ اللہ کے رسولؐ نے ان کے غلط پیشے کی وجہ سے ہی ان پر لعنت کی ہے۔ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((لَعَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُخَنَّثِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَقَالَ: أَخْرِجُوْهُمْ مِنْ بُيُوْتِكُمْ))[6]

"رسول اللہؐ نے خسروں پر لعنت فرمائی ہے جو مرد ہونے کے باوجود بھی عورتوں جیسا لباس اور بناؤ سنگار اختیار کرتے ہیں اور فرمایا کہ ان کو اپنے گھروں سے نکال دو۔"

لیکن ہمارے ہاں تو جہالت کی انتہا ہے۔ لوگ ان کی پوجا تک کرتے ہیں اور ان سے اپنے بچوں کو لوریاں دلواتے ہیں۔ ایسے لوگ جنہوں نے گناہ کو بطور پیشہ اپنایا ہوا ہے' ان کو فوراً توبہ کرنی چاہئے اور اس پیشے کو ترک کر کے حلال ذرائع تلاش کرنے چاہئیں۔

تبدیلی جنس والے شخص کے متعلق والدین کی ذمہ داری:

میں نے ایک ایسے ہی شخص کے والد سے اس کے متعلق سوال کیا کہ آپ نے اس کا آپریشن کیوں کروایا ہے؟ یہ صاحب سمجھ دار اور پڑھے لکھے تھے' کہنے لگے کہ ایک تو اس کی طبی پریشانی یعنی جسمانی تکلیف دور ہوئی اور دوسرے اس کے مستقبل کے مسائل دور ہوئے ہیں کہ اس صورت میں یہ نہ تو معاشرے میں گھوم پھر سکتا تھا اور نہ آئندہ اس کے لئے کوئی راستہ نظر آتا تھا چونکہ میری یہ بچی

5 بخاری' کتاب المظالم' باب الاتقاء والحذر من دعوة المظلوم: ۲۴۴۸

6 بخاری' کتاب اللباس' باب اخراج المتشبهين بالنساء من البيوت: ۵۸۸۶

معاشرے گھر کے افراد اور عزیز و اقارب میں بھی بچی تصور ہوتی ہے لہٰذا اس کو ان تمام چیزوں کا خیال کرنا پڑتا تھا جو ہمارے معاشرے میں ایک بچی کو ملحوظ رکھنا پڑتا ہے۔ اب آپریشن کے بعد میری پریشانی کافی حد تک دور ہوئی ہے کہ چلو یہ کمائے کھائے گا اور آزادانہ زندگی بسر کرے گا۔ اس والد کی سوچ دیگر ایسے والدین کے لئے نمونہ ہے لیکن اس میں ایک احتیاط انتہائی ضروری ہے' وہ یہ کہ ایسا آپریشن ہر کسی کو فوراً کروانے کی ہرگز اجازت نہیں۔ جب تک ڈاکٹر اس کو ناگزیر نہ سمجھے اور لیبارٹری رپورٹ نہ کروالی جائے ورنہ شرعی اور طبی اعتبار سے یہ خطرناک ہو سکتا ہے۔

تبدیلی جنس زدہ کی میراث کے احکام:

اگر جنسی تبدیلی واقعتاً مذکورہ بالا طریقے سے تمام تقاضے پورے کرنے کے بعد ہوئی ہے تو پھر اس کو میراث میں سے مردوں والا حصہ ملے گا اور اس کی اپنی وراثت بھی مردوں کے مطابق ہی تقسیم ہو گی۔ احکام شرعی کی تعمیل میں بھی یہ مردوں ہی کی طرح پابندی کرے گا۔ لباس' ماحول اور رہن سہن سارا مردوں جیسا ہو گا۔ سیّدنا علیؓ کو فن قضاء یعنی فیصلہ کرنے کی قوت سے اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور پر نواز رکھا تھا۔ آپؓ سے کسی ایسے شخص کی وراثت کے متعلق پوچھا گیا تو آپؓ نے فرمایا: اس کی شرمگاہ کے مطابق میراث تقسیم کروائی جائے۔ اگر شرمگاہ مردوں جیسی ہے تو مردوں والا حصہ اور اگر عورتوں جیسی ہے تو اسے عورتوں جیسا حصہ دو۔ اگر کوئی مخنث یعنی ایسا شخص ہے جس کا ذکر بھی ہو اور فرج بھی تو تب پیشاب کے راستے کا اعتبار کیا جائے' اگر بذریعہ ذکر پیشاب آتا ہے تو مرد اور اگر بذریعہ فرج پیشاب آتا ہے تو عورت شمار ہو گی۔ یہ بات صاحب قدوری نے نقل کی ہے لیکن جدید دور میں لیبارٹری ٹیسٹ ضروری ہے تاکہ جنس کا حتمی فیصلہ ہو سکے۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر ایسا شخص دونوں راستوں سے برابر پیشاب کرتا ہے تو زیادہ پیشاب کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا یعنی ایک راہ سے زیادہ اور ایک سے کم اس کی کمی بیشی پر اعتماد نہیں ہو گا بلکہ میراث عورتوں والی ملے گی۔ فی زمانہ ایسے آدمی کا لیبارٹری ٹیسٹ ہی حتمی ہے اور میراث کے احکام بھی اسی پر ہوں گے۔

شیخ ابن باز رحمہ اللہ کا فتویٰ:

آخر میں اس ضمن میں محدث عصر مفتی اعظم سعودی عرب کا ایک فتویٰ نقل کرتا ہوں جو اس مسئلہ کی مزید وضاحت اور اس کی شرعی حیثیت واضح کرتا ہے۔ یہ فتویٰ انہوں نے سعودی عرب

کے معروف ہسپتال النور ٹرسٹ میں وہاں کے عملے سے گفتگو کے دوران پوچھے گئے سوالات کے جواب میں صادر فرمایا تھا جنہیں بعد میں کتابی شکل میں تحریر کیا گیا۔ ان کی افادیت کے پیش نظر پاکستان میں بھی ان کا ترجمہ "ہسپتال کی دنیا" کے نام سے دارالاندلس لاہور کی طرف سے شائع کیا گیا ہے' فتویٰ مندرجہ ذیل ہے۔

غیر واضح مخنث کا معاملہ:

سوال: کیا مخنث کا معاملہ عورت جیسا ہو گا؟ جب کہ علم بھی ہو کہ اس کا معاملہ واضح نہیں ہے اور کیا نکاح' طلاق' عدت اور عورتوں کے دیگر مسائل اس پر لاگو ہوں گے؟

جواب: مخنث کے بارے میں کچھ تفصیل ہے۔ بالغ ہونے سے پہلے اس کی حالت مشتبہ ہوتی ہے کہ وہ مرد ہے یا عورت؟ کیونکہ اس میں بچے اور بچی دونوں کی علامتیں پائی جاتی ہیں لیکن بالغ ہونے کے بعد عام طور پر اس کے مرد یا عورت ہونے کی حالت واضح ہو جاتی ہے۔ جب اس کے عورت ہونے کی علامات ظاہر ہو جائیں مثلاً پستان ظاہر ہو جائیں' حیض آنے لگے یا عورت والی جگہ سے پیشاب کرنے لگے تو اس کے عورت ہونے کا فیصلہ کیا جائے گا اور آپریشن کے ذریعے اس کی مرد والی علامات (ذکر وغیرہ) کو کاٹ دیا جائے گا' اگر بالغ ہونے کے بعد اس پر مرد ہونے کی علامات واضح ہو جائیں مثلاً ڈاڑھی آ جائے یا وہ مرد والی جگہ سے پیشاب کرنا شروع کر دے یا کوئی اور علامت جس کو ڈاکٹر جانتے ہیں' ظاہر ہو تو اس پر مردوں والے احکام جاری ہوں گے۔ ان حالات سے پہلے اس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں ہو گا اور ان کی شادی نہیں کی جائے گی۔[7]

---

[7] شیخ عبدالعزیز ابن باز رحمہ اللہ' ہسپتال کی دنیا۔

باب نمبر3

انسانی کلوننگ کیوں حرام ہے؟

(یَآاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا)

(النساء:1)

کلوننگ کیا ہے؟

کلوننگ (Cloning) انگریزی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی ہے: "ہم شکل' ہو بہو" جیسے فوٹوسٹیٹ بمطابق اصل ہوتی ہے یا جیسے آپ کی تصویر بالکل آپ جیسی ہوتی ہے اسی طرح ایک جانور یا پودے کی دوسری بہت سی کاپیاں یا فوٹو بذریعہ حیاتیاتی عمل بنتی ہیں' ان کاپیوں کو کلون (Clon) اور اس عمل کو کلوننگ کہتے ہیں۔ حیاتیات کی زبان میں کلوننگ کا عمل عام جنسی طریقہ تولید سے ہٹ کر ہے۔ جانوروں میں غیر جنسی طریقہ تولید سے بچے پیدا کرنے کو کلوننگ کہا جاتا ہے۔

کلوننگ کا مقصد کیا ہے؟

نباتاتی کلوننگ میں آپ بیری کی مثال لے لیں۔ آپ گول بیروں کی بجائے لمبے' موٹے اور خوش ذائقہ بیر پیدا کرنا چاہیں تو آپ گول بیری کو مطلوبہ قسم کے بیروں والی بیری کی پیوند لگاتے ہیں تاکہ آپ کو لمبے' موٹے' خوش ذائقہ بیر حاصل ہو سکیں۔ کلوننگ میں یہی مقصد غیر جنسی طریقہ تولید سے حاصل کیا جاتا ہے۔

کلوننگ کی تاریخ:

نباتاتی کلوننگ تو مختلف ناموں سے قدیمی معلوم ہوتی ہے لیکن جانداروں میں کلوننگ کی تاریخ نصف صدی پرانی ہے۔ اس کا پہلا کامیاب تجربہ 1952ء میں مینڈک پر ہوا' اس کے بعد وقتاً فوقتاً کئی تجربات ہوئے۔ 1996ء میں ڈولی بھیڑ کی پیدائش نے دنیائے سائنس میں تہلکہ مچا دیا۔ جانوروں پر کلوننگ کے تجربات کرنے والے حضرات انسانی کلوننگ پر بھی کام کرتے رہے۔ برطانیہ میں تیز رفتار گھوڑا سیگا جس کی نسل نایاب ہے اور جس کے سپرم نہ ہونے کے برابر ہوتے ہیں' اس کی کلوننگ پر بھی تجربات جاری ہیں۔

آسٹریلیا میں گایوں پر تجربات ہو رہے ہیں' ڈولی بھیڑ جو بذریعہ کلوننگ پیدا ہوئی تھی اسے 2003ء کے آغاز پر پھیپھڑوں کے کینسر کی وجہ سے مار دیا گیا تھا' خطرہ تھا کہ کہیں یہ مرض دیگر حیوانات تک نہ پھیل جائے۔ انسانوں پر ہونے والی کلوننگ کے ذریعے ایک بچی پیدا ہوئی ہے جس کا نام بے بی "حوا" ہے جو بالکل اس خاتون جیسی ہے جس کے خلیے کشید کئے گئے تھے۔

کلوننگ کے ابتدائی اقدامات:

جس طرح ایک عمارت ہزاروں اور لاکھوں اینٹوں سے مل کر بنتی ہے اور عمارت کی ہر اینٹ ایک اکائی ہوتی ہے اسی طرح جانداروں کا جسم بھی اربوں کھربوں یونٹس سے مل کر بنتا ہے۔ ہر یونٹ کو خلیہ کہتے ہیں' یہ جسم کی بنیادی اکائی ہوتی ہے جو تمام افعال کو کنٹرول کرتا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق ایک نارمل انسان میں تقریباً دس کھرب خلیے ہوتے ہیں۔ ہر خلیہ مختلف اجزاء پر مشتمل ہوتا ہے مثلاً پروٹوپلازم' مائٹوکانڈریا' گولجی باڈیز اور مرکزہ وغیرہ۔ ہر خلیہ کا ایک خاص فعل ہے' کلوننگ کا تمام تر دارومدار مرکزہ پر ہے جس میں کروموسومز ہوتے ہیں۔

کروموسومز کیا ہوتے ہیں؟

مرکزہ میں ایک سیال شفاف مادہ ہوتا ہے جسے نیوکلیر پلازم یا مرکزئی ملفوف کہتے ہیں۔ اس ملفوف میں دھاگا نما ساختیں ہوتی ہیں جنہیں کروموسومز کہا جاتا ہے۔ ان کروموسومز کی تعداد مختلف حیوانات اور نباتات کے خلیوں میں مختلف ہوتی ہے اور ان کے خواص اور صفات بھی مختلف ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دو مختلف جنسوں یا جانوروں کے مابین باہمی جنسی ملاپ سے بچے پیدا نہیں ہوتے۔ ہاں جن دو مختلف جانوروں میں کروموسومز کی تعداد برابر ہوتی ہے اور وہ ایک جیسی صفات و خواص رکھتے ہیں۔ ان کے باہمی ملاپ سے بچے پیدا ہو سکتے ہیں مثلاً گھوڑے اور گدھے یعنی جنس مختلفہ کے ملاپ سے خچر پیدا ہوتا ہے لیکن آگے خچر بانجھ ہوتا ہے۔ انسان کے خلیوں میں کروموسومز کی تعداد 46 ہوتی ہے۔ کروموسومز پر جینز پروئے ہوتے ہیں۔

جینز کیا ہیں؟

کروموسومز کا ایک بڑا حصہ D.N.A یعنی Denny Ribonucleic Acid کہلاتا ہے۔ ڈی-این-اے جانداروں کے بارے میں کئی قسم کی معلومات فراہم کرتا ہے۔ اسی وجہ سے آج کل یہ ٹیسٹ دنیا میں بڑا مشہور ہے کہ فلاں کا D.N.A نمونہ لے لیا ہے تاکہ اس شخصیت کے حوالے سے صحیح طور پر تصدیق کی جا سکے۔ D.N.A نامیاتی اساس کی ایک زنجیر ہوتی ہے' اس میں پروئی ہوئی نامیاتی اساس کی خاص ترتیب کا وہ حصہ جو ایک مکمل خامرہ یا لحم (گوشت) بنانے کی معلومات رکھتا ہو' اس کو جینز کہتے ہیں۔

جینز کے فوائد:

جینز دراصل ایسا موروثی مادہ ہے جو والدین کی خصوصیات مثلاً جلد' آنکھوں اور بالوں وغیرہ کی رنگت' شکل وصورت اور اوصاف کو بچے میں منتقل کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف ملکوں' قبیلوں اور قوموں کے چہرے' رنگتیں اور خصوصیات مختلف ہوتی ہیں۔ ہر قوم کی الگ پہچان ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی کاریگری کا عجیب کمال ہے جو صرف اسی کی شان وعظمت کے لائق ہے۔

میلانن (Mellenin) اور اس کا کام:

میلانن ایسا مادہ ہے جو مختلف خامروں کی مدد سے جینز میں بنتا ہے' یہ انسانی جلد کی رنگت کا ذمہ دار ہے۔

انسان گورے اور کالے کیوں ہوتے ہیں؟

اگر خلیوں میں میلانن زیادہ ہو تو بچے کالے ہوتے ہیں اور اگر کم ہو تو بچے بے رنگ ہوتے ہیں یعنی ان کی جلد بہت ہی گوری ہوتی ہے۔ ایسا بچہ سورج کی روشنی برداشت نہیں کر سکتا۔ مغربی ملکوں کے لوگوں کے خلیوں میں یہ مادہ بہت ہی کم جبکہ افریقی ملکوں میں زیادہ ہوتا ہے اس لئے یورپی گورے اور افریقی کالے ہوتے ہیں۔

ہمارے برصغیر کے لوگوں کے خلیوں میں یہ مادہ تقریباً معتدل ہوتا ہے جس کی وجہ سے ان کے رنگ سانولے ہوتے ہیں اور ہر قسم کا موسم برداشت کر سکتے ہیں۔ علاقائی آب وہوا اور خوراک بھی اس مادے کی پیدائش پر اثر انداز ہوتی ہے جس سے رنگوں میں تبدیلی ہو سکتی ہے لیکن یہ تبدیلی دوسری نسل میں واقع ہوگی اور وہ بھی مکمل طور پر نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کلوننگ میں زیادہ توجہ جینز اور میلانن پر دی جاتی ہے اور اسی پر تحقیق ہو رہی ہے جس پر بے پناہ روپیہ اور انتہائی قیمتی مشینری صرف ہو رہی ہے جس کے صرف امیر ملک ہی متحمل ہیں۔

تولید کی اقسام

تولید کی دو قسمیں ہیں:

1- جنسی تولید

2- غیر جنسی تولید

جنسی تولید:

یہ بچے پیدا کرنے کا معروف طریقہ ہے جس میں نر اور مادہ کے ملاپ سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ نر کا سپرم اور مادہ کا بیضہ مل کر زائی گوٹ بناتے ہیں جو ماں کے رحم میں بڑھوتری کے مراحل طے کر کے بچہ بن جاتا ہے۔

غیر جنسی تولید:

غیر جنسی تولید میں نر کے جنسی خلیہ یعنی سپرم کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ مادہ میں خلیہ ترتیب پا کر بچہ جنم دیتی ہے۔ یہ غیر جنسی تولید ہی کلوننگ کا باعث بنتی ہے اور یہ اکثر پودوں و آبی جانوروں میں عمل میں لائی جاتی ہے۔

کلوننگ کس تولید کے تحت ہے؟

غیر جنسی تولید ہی کلوننگ کا باعث بنتی ہے جس میں بچہ بغیر باپ کے مادہ ہی کے خلیوں سے بنتا ہے۔ کلوننگ کا حیاتیاتی عمل عام آدمی کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ بہر حال یہاں ہم مثال کے طور پر ڈولی بھیڑ کی کلوننگ کا طریقہ کار پیش کرتے ہیں جس کو ماہرین نے کلوننگ کے ذریعے کلچر کر کے پیدا کیا تھا اس سے آپ کو انسانی کلوننگ کا طریقہ سمجھ میں آجائے گا۔

ڈولی (Dolly) 5,4 جولائی 1996ء کی درمیانی شب بغیر باپ کے بذریعہ کلوننگ پیدا ہوئی جس کا نام مشہور مغنیہ ڈولی پارس سے ماخوذ ہے۔ ڈولی کی کلوننگ میں تین بھیڑیں استعمال ہوئیں: الف' ب اور ج۔ یہ سارا عمل مندرجہ ذیل مراحل سے گزرا:

بھیڑ' الف:

اس چھ سالہ بھیڑ کے پستانیہ (Udders) سے کئی خلیے الگ کئے گئے تھے۔ یہ تمام خلیے غیر جنسی تھے کیونکہ جانداروں کے تمام جسم کے خلیے جنسی نہیں ہوتے۔ جنسی اعضاء کے علاوہ دوسرے خلیے عام حالت میں خاموش یا عارضی ناکارہ جینز رکھتے ہیں جن کو کلچر کر کے کارآمد جنسی خلیے بنایا جا سکتا ہے اس لئے پستانیہ سے لئے گئے خلیوں کو کارآمد کر کے تجربہ گاہ میں حفاظت سے اور خوراک سے محروم رکھا گیا تاکہ وہ تقسیم نہ ہو سکیں۔ پھر ان کے لئے مناسب ماحول' خوراک اور درجہ حرارت کا انتظام کیا گیا جس کی وجہ سے خلیے مائی ٹوسس تقسیم سے تعداد میں بڑھ گئے اس کے بعد ان کی خوراک 20 فیصد کر دی گئی۔ اس سے وہ سارے کارآمد ہو گئے۔ ان میں کروموسومز کی تعداد کو دگنا کر دیا گیا۔ (2n) تعداد بارآوری کے لئے ضروری ہوتی ہے۔ بارآوری کے لئے نر اور مادہ کے مابین' جنسی اختلاط کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ بیضہ میں کروموسومز کی تعداد کو دگنا کر دیا جائے یعنی آدھے ہپلائیڈ (in) نر سے اور آدھے (in) مادہ ہپلائیڈ سے مل کر (2n) ڈپلائیڈ بن جائیں۔

بھیڑ' ب:

اس بھیڑ سے بیضہ نکال کر اس سے مرکزہ کو جدا کر دیا گیا۔ پھر اس بیضہ میں بھیڑ الف سے نکالے گئے خلیوں کے مرکزوں میں سے ایک کو ضم کر دیا گیا۔ یہ مرکزہ سرنج کے ذریعے اندر داخل کیا گیا' اس انضمام اور اشتراک کو پلازمڈ (D.N.A) بیکٹیریو فیج 0-04 ایمپیئر کرنٹ سے یقینی بنایا گیا۔ مذکورہ بالا دونوں کو ویکٹر کہتے ہیں کیونکہ یہ جنسی خلیوں کی تقسیم کا کام سرانجام دیتے ہیں۔

بھیڑ' ج:

مندرجہ بالا ضم شدہ بھیڑ الف کے خلیوں کا مرکزہ بھیڑ ب کا بیضہ' بھیڑ ج کے رحم (Ute..us) میں نشوونما کے لئے رکھ دیا گیا جہاں اسے مقررہ مدت تک رکھنے کے بعد ڈولی پیدا ہوئی۔ اس سارے عمل میں بھیڑ (ج) نے صرف قدرتی ماحول فراہم کیا۔ اس کا ڈولی کی خصوصیات میں کوئی اثر نہ تھا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بھیڑ (ب) کے بیضہ سے مرکزہ کیوں نکالا گیا۔ یہ اس لئے کہ بیالوجسٹ

بھیڑ 'الف' کا کلون تیار کرنا چاہتے تھے' اگر بھیڑ 'ب' کے بیضہ کو مرکزہ سے خالی نہ کیا جاتا تو ڈولی میں بھیڑ 'ب' کی خصوصیات ظاہر ہو جاتیں کیونکہ مرکزہ میں توارثی خصوصیات پر مشتمل مواد جینز ہوتا ہے۔ یہاں دلچسپی کی بات یہ ہے کہ اگر بھیڑ 'الف' کے دودھ کے غدود کی بجائے دنبے کے کسی نازک حصہ سے خلیے حاصل کئے جاتے اور کلچر کیا جاتا تو جنم لینے والا بچہ نر ہوتا۔

کیا کلوننگ آسان ہے؟

کہنے کو تو کلوننگ ایک آسان عمل دکھائی دیتا ہے لیکن ایسا نہیں ہے۔ بے بی "حوا" کے لئے سائنس دانوں نے 227 خلیے کلچر کئے تھے جس میں سے صرف 30 کارآمد ہوئے۔ ان میں سے صرف ایک خلیہ بے بی "حوا" کی پیدائش میں کام آیا بقیہ 29 ضائع ہو گئے۔ انسانی کلوننگ کے نتیجے میں بے بی حوا پیدا ہوئی' وہ شکل وصورت میں محققین کے نزدیک اس جیسی ہے جس کے دودھ کے غدود لے کر خلیے کلچر کئے گئے تھے۔

غیر مسلم محققین کے نزدیک کلوننگ کے فوائد:

-1 کلوننگ کے ذریعے بہت سی ادویات تیار ہو سکتی ہیں مثلاً انسولین' یوروکسٹرون وغیرہ۔

-2 جانوروں میں لحمیات بڑھانے' لحمیات کے ذائقے میں لذت پیدا کرنے اور بیماریوں کے خلاف قوت مدافعت کے لئے کلوننگ کے ذریعے ٹرانس جینک کا عمل سرانجام دیا جاتا ہے۔ اس ٹرانس جینک کے عمل میں مذکورہ بالا خصوصیات کے حامل کسی جانور کے ڈی این اے کو دوسرے جانور جس میں مندرجہ بالا خصوصیات بڑھانا مقصود ہوں' کے بیضہ میں پیوست کیا جاتا ہے۔

-3 کلوننگ کے ذریعے مختلف بیماریوں کی ویکسین تیار کی جاتی ہے مثلاً ہیپاٹائیٹس' کالی کھانسی' اینٹی ایڈز ویکسین وغیرہ۔

-4 موروثی بیماریوں کے علاج کے لئے جین تھراپی کلوننگ ہی سے ممکن ہے۔ جین ٹیکنالوجی بذریعہ کلوننگ موروثی بیماریوں سیپٹک فائبروسس کی سکریننگ کے لئے استعمال کی جا سکتی ہے۔

-5 یہ نباتاتی کلوننگ ہی کا نتیجہ ہے کہ آج ہمیں ہر قسم کے میوے سال بھر دستیاب رہتے ہیں اور ان کی لذت و مقدار میں بھی کوئی خاص فرق نظر نہیں آتا۔

6- بعض بوڑھے اور نایاب جانوروں کے کلون تیار کئے جاسکتے ہیں مثلاً سیگا گھوڑا وغیرہ۔
7- کلوننگ کے ذریعے گزشتہ لوگوں کے کلون تیار کئے جاسکتے ہیں بشرطیکہ ان کا ڈی این اے مل جائے۔
8- غیر مسلم ملکوں میں کلوننگ کے ذریعے بے اولاد لوگ بچے پیدا کروا سکیں گے۔
9- کلوننگ کی ایجاد کے بعد اب کوئی بھی پودا اور جانور طویل مدت تک موجود رہ سکے گا۔
10- اس طریقہ سے نر اور مادہ پیدا کرنے میں مدد لی جاسکتی ہے۔

مغربی محققین کے نزدیک کلوننگ کے منفی اثرات:

1- ڈولی کی پیدائش کے لئے سات سو بیضے استعمال کئے گئے جبکہ اتنے انسانی بیضوں کو ضائع نہیں کیا جاسکتا۔
2- کلوننگ کے ذریعے مختلف لوگوں کے کلون تیار کئے جاسکتے ہیں لیکن اس میں ان ہستیوں کے اوصاف کی ضمانت نہیں دی جاسکتی کیونکہ اوصاف ماحول سے بنتے ہیں۔
3- اگر بڑی عمر کے لوگوں یا جانوروں کے کلون تیار کئے جائیں تو اس عمل سے پیدا ہونے والوں کی زیادہ عمر کی توقع نہیں کی جاسکتی۔
4- کلوننگ آبادی میں اضافے کا باعث بن سکتی ہے۔
5- انسانی کلوننگ کے ذریعے پیدا ہونے والے بچے احساس محرومی کا شکار ہوں گے کیونکہ وہ بن باپ کے ہوں گے' اس سے جرائم میں اضافہ ہوگا۔

کلوننگ پر پابندی کیوں؟

مغربی ممالک خصوصاً امریکہ اور برطانیہ میں انسانی کلوننگ کے خلاف بہت واویلا مچایا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں وہ قانونی پابندی پر بھی غور کر رہے ہیں بلکہ وہ کسی حد تک پابندی لگا چکے ہیں' ان کے پیش نظر کلوننگ کے کئی خطرات ہیں مثلاً:

1- کہیں آبادی میں بے ہنگم اضافہ نہ ہو جائے۔
2- کہیں دنیا والے اس ذریعے سے ہٹلر' آئن سٹائن اور لینن کو دوبارہ کلون نہ کر لیں۔
3- مغربی ملکوں میں بہت سی جائیدادیں ایسی ہیں جن کے وارث یہ بچے بن جائیں گے۔
4- اس سے خاندانی نظام تباہ ہو جائے گا۔

اس وقت دنیا کے بدلتے ہوئے حالات میں جہاں قوموں‘ تہذیبوں‘ نظریات اور مذاہب کی جنگ بپا ہے وہاں علوم و فنون میں بھی ایسی ہی گمراہیاں برپا ہیں۔

شیطان اور اس کے چیلے کوشش میں ہیں کہ انسانوں کو صحیح راستہ سے ہٹا کر گمراہی کی راہ پر ڈال دیا جائے اور ایسے ایسے کام کئے جائیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا تصور ہی ختم ہو جائے‘ عقل انسانی ہی کو سب کچھ سمجھ لیا جائے‘ انسانی معاشرے اور نظریات و عقائد کو مادہ پرستی سے وابستہ کر دیا جائے اور یہ بات ذہنوں میں راسخ کر دی جائے کہ یہ کائنات شروع سے خود بخود چل رہی ہے اور آخر تک ہمیشہ چلتی رہے گی۔ لہٰذا ترقی کے لئے کسی قانون کی پابندی ضروری نہیں اور نہ آسمانی و الہامی کتب سے رہنمائی ہی کی کوئی ضرورت ہے۔

یہ بات ذہن میں رہے تمام سائنسی علوم فکر انسانی ہی کہ تخلیق ہیں جن کا تعلق تجربے اور مشاہدے سے ہے لہٰذا ہمارے سائنس دان اپنے مشاہدے اور تجربے کے نتیجے میں معرض وجود میں آنے والی اشیائ‘ نظریات اور علوم و فنون پر یقین تو کیا ایمان رکھتے ہیں لیکن وہ دوسری طرف الہام اور وحی کے ذریعے لگائی جانے والی پابندیوں کو کوئی حیثیت نہیں دیتے خصوصاً سائنس دانوں کا وہ گروہ جو کسی بھی آسمانی مذہب کا قائل نہیں بلکہ یہ طبقہ صرف اور صرف اپنی عقل اور تجربے ہی کو مانتا ہے۔ چنانچہ اس خمار میں وہ قانون فطرت اور انسانی و معاشرتی تمام اقدار کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ وہ ایسی ایسی تحقیقات میں لگے ہوئے ہیں کہ جن کا نتیجہ سوائے تباہی کے کچھ نظر نہیں آتا۔ پہلی بات تو یہ کہ یہ کامیاب ہوتے نظر نہیں آتے‘ اگر ہو بھی جائیں تو پھر بھی ناکام ہی تصور کئے جائیں گے کیونکہ انہوں نے فطری قوانین میں مداخلت کا ارتکاب کیا ہے جو انتہائی خطرناک ہے۔ انسانی کلوننگ کوئی فیکٹری کا مال نہیں کہ جو جلدی جلدی تیار ہوتا چلا جائے اور آدمی پیدا ہوتے جائیں۔

پھر کیا سائنسدان ہمیشہ درست بات کہتے ہیں؟ نہیں! حالانکہ کتنی ہی ایسی مثالیں ہیں کہ کسی سائنسدان نے کوئی نظریہ پیش کیا مگر بعد میں وہ غلط ثابت ہوا حالانکہ اس کے مقابلے میں وحی کے ذریعے حاصل ہونے والی معلومات سو فیصد درست ہوتی ہیں جیسے کل تھیں‘ ویسے ہی آج ہیں۔ انسانی بقاء کی ضمانت اسی سے وابستہ ہے‘ ایسے حالات میں جب یہ مغربی‘ یورپی اور امریکی غیر مسلم سائنسدان اس طرح کی تحقیقات میں لگے ہوئے ہیں تو ان کے مقابلے میں مسلمان محققین کو ان کا سامنا کرنا چاہئے۔ اسلام کی حقانیت ان پر واضح کرنی چاہئے چونکہ اسلام ایسا نظریۂ حیات ہے جو خود اپنی اور انسانیت کی بقاء کی ضمانت فراہم کرتا ہے سو جن چیزوں کی اسلام نے اجازت نہیں دی‘ وہ خیر سے خالی ہیں۔ ہم دنیا کے

تمام غیر مسلم سائنسدانوں کو دعوت تحقیق دیتے ہیں کہ وہ آئیں اور اسلام کا مطالعہ کریں۔ اس سے نظریات قائم کرنے میں استفادہ کریں کیونکہ اس میں کبھی تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔

اسلام میں انسانی کلوننگ حرام کیوں؟

اسلام میں انسانی تخلیق کا جو طریقہ ہے اس کے سوا اسلام کسی دوسرے طریقے سے انسانی پیدائش کا قائل نہیں۔ اللہ ربّ العزت قرآن حکیم میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يَآأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا.... الخ﴾ (النساء: 1)

"اے لوگو! اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو' وہ اللہ تعالیٰ جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا اور پھر اس سے اس کی بیوی کو پیدا کیا اور پھر ان دونوں سے بے شمار مرد اور عورتیں پھیلائیں۔"

قرآن کریم کے مطابق افزائش نسل انسانی کا وہی معروف طریقہ ہے جس کے ذریعے آج تک نسل انسانی آگے بڑھ رہی ہے۔ اس کے سوا اسلام کسی بھی دوسرے طریقے کی حمایت نہیں کرتا اور نہ کوئی طریقہ اس سے عمدہ ہو سکتا ہے۔ معروف طریقے پر پیدا ہونے والا انسان ہی بشری اور انسانی تقاضوں کے مطابق زندہ رہ سکتا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کر سکتا ہے۔ حالات کی شدت' موسموں کی تبدیلی' بیماریوں کے خلاف قوت مدافعت' عقل سلیم' فیصلے کی قوت اور جنسی لذت صرف ایسے انسان سے وابستہ ہے جو قانون قدرت کے مطابق پیدا ہو گا۔

سبحان اللہ! اسلام کیسا بااصول مذہب ہے کہ اس میں جتنا اہم معاملہ ہو گا اس کی قانون سازی میں بھی اتنی ہی احتیاط ہو گی۔ آپ اسی مسئلے کو لے لیں' اسلام کہتا ہے کہ کسی شخص کے اسباب پیدائش کے لئے نکاح ایک جائز طریقہ ہے جس میں عورت کی ذاتی رضامندی' ولی کی اجازت' مہر کے تعین اور بوقت نکاح دو گواہوں کی موجودگی نہایت ضروری ہے۔ اس کے سوا اسلام کسی بھی دوسرے غیر شرعی طریقے کو پسند نہیں کرتا' رسول اللہ کا فرمان عالیشان ہے:

((تَزَوَّجُوا الْوَدُودَ الْوَلُودَ فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ))[8]

"بہت محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی عورت سے شادی کرو' میں قیامت کے دن دوسری اُمتوں کے مقابلے میں اپنی اُمت کی کثرت پر فخر کروں گا۔"

---

8 ابوداود' کتاب النکاح' باب النهی عن تزویج من لم یلد من النساء: ۲۰۵۰

یہی وہ سنہری اسلامی اصول ہے جس کی وجہ سے مسلمانوں کا خاندانی اور عائلی نظام انتہائی شاندار ہے جس کی نظیر دنیا کے کسی دوسرے معاشرے میں نہیں ملتی۔ آج دنیا کی تمام قومیں اس بات کو تسلیم کرنے پر مجبور ہیں جو اسلام کی صداقت اور حقانیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ہم علی وجہ البصیرت یہ بات کہتے ہیں کہ آج وہ مغرب اور مغربی معاشرہ جس نے اسلام کو ہدف تنقید بنایا ہوا ہے' وہ دنیا کے تمام اسباب رکھنے کے باوجود بھی عدم تحفظ اور عدم سکون کا شکار ہے۔ اس کی جنسی آوارگی نے ان کے معاشرہ کے جو خدوخال وضع کئے ہیں' اس کی روشنی میں نظر آنے والی مستقبل کی تصویر بڑی ڈراونی دکھائی دیتی ہے۔ وہ قومیں سکون کی تلاش میں سرگرداں نظر آتی ہیں جو دراصل سوائے اسلام کے ان کو کہیں سے میسر نہیں آسکتا۔

کلوننگ عقلی اعتبار سے:

آپ دیکھیں کہ دنیا کے ہر معاشرے میں مرد کو عورت پر فوقیت حاصل ہے۔ بے شک کچھ عورتوں کی برابری کا واویلا بھی کرتے ہیں لیکن عملاً وہ بھی عورت کو برابر دیکھنا پسند نہیں کرتے' وہ صرف مسلمان عورتوں اور مسلمان ملکوں میں یہ فساد دیکھنا چاہتے ہیں جس کی غرض سے وہ ایسی باتیں کرتے ہیں جو سراسر فطرت کے خلاف ہیں۔ آپ کلوننگ کے متعلق پڑھ آئے ہیں کہ اس میں مرد کا نطفہ استعمال نہیں ہوتا جس سے اس میں مردانہ اوصاف' مردانگی' جرأت و شجاعت' اعصابی مضبوطی' حوصلہ' قوت برداشت جیسی صفات نہیں ہو سکتیں۔

حالانکہ یہ تمام چیزیں آدمی کے مشاہدے اور تجربے میں آچکی ہیں کہ کلوننگ تو دور کی بات ہے' آپ دیکھیں بذریعہ خوراک مصنوعی طور پر مرغیوں سے جو انڈے حاصل کئے جاتے ہیں ان میں اور قدرتی طریقے سے حاصل ہونے والے دیسی انڈے میں کتنا فرق ہے۔ پھر ان انڈوں سے مصنوعی طریقے سے پیدا ہونے والے بچوں کی صحت و عادات مرغی کے ذریعے پیدا ہونے والے بچے سے بہت مختلف ہوتی ہیں۔ مصنوعی طریقے سے حاصل ہونے والا انڈا قدرتی طریقے سے حاصل ہونے والے انڈے کے مقابلے میں کمزور ہوتا ہے۔ اسی طرح مرغی کے وہ بچے جو مصنوعی طریقے سے مناسب حرارت اور ماحول دے کر پیدا کئے گئے تھے' وہ انتہائی کمزور' قوت مدافعت سے عاری' جلد مر جانے والے' سست' بیماری کو جلد قبول کرنے والے اور موسمی تبدیلی کو بالکل برداشت نہ کر سکنے والے ثابت ہوتے ہیں۔ آپ خود گھر میں دونوں قسم کے بچے رکھ کر دیکھ لیں۔ آپ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق محسوس کریں گے۔ یہ تو جانور ہیں' ان کا مقصد صرف اتنا ہے کہ ان سے انڈے اور گوشت حاصل کیا

جائے لیکن اگر یہی معاملہ انسان کے ساتھ پیش آجائے اور وافر مقدار و تعداد میں بذریعہ کلوننگ انسان پیدا کر لئے جائیں تو یقین اور انصاف سے بتائیں کیا انسانی معاشرہ یا انسان اس کا متحمل ہے؟

انہی وجوہات کی بناء پر انسان کی پیدائش کے سلسلے میں اسلام کسی بھی دوسرے اور غیر فطری طریقے کی حمایت نہیں کرتا۔ دوسری طرف آپ نباتات کا معاملہ دیکھ لیں' ابھی تک جتنی بھی بے موسمی سبزیاں یا زیادہ پیداوار دینے والے پودے اور بیج متعارف ہوئے ہیں' وہ بیماری کو جلد قبول کر لیتے ہیں۔ موسمی تبدیلیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ان کی پیداوار لینے پر زیادہ اخراجات اور محنت درکار ہے۔ پھر وہ سال دو سال کے بعد اپنا معیار کھو دیتے ہیں جس کی وجہ سے ہمیں بیرونی ملکوں سے مہنگے داموں نئے بیج منگوانا پڑتے ہیں جن کی قیمت بعض اوقات ان کی مجموعی پیداوار کے برابر ہوتی ہے۔ سو ہمارے زمیندار کو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر آپ سورج مکھی لے لیں' اس کا بیج جو فرانس سے آتا ہے وہ 3500 سے 4000 ہزار فی ایکڑ ہے جس کے حاصل کے طور پر ہمارے کسان کو سوائے مشقت کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

اگر یہی بیج اپنے ماحول اور زمین کے لحاظ سے ہم خود تیار کریں تو یہ زیادہ بہتر ثابت ہو سکتے ہیں لہٰذا ہمیں اب اس میدان میں دنیا کا مقابلہ کرنے کے لئے محنت کرنا ہو گی اور اس انداز میں سوچنا ہو گا ورنہ ہم بہت پیچھے رہ جائیں گے۔

نباتاتی کلوننگ پر کوئی پابندی نہیں:

کیونکہ نباتات اور انسان کا معاملہ مختلف ہے۔ بذریعہ کلوننگ زیادہ پیداوار دینے والے عمدہ بیج اور فصلیں تیار کرنا قرآن کی پیش گوئی کے عین مطابق ہے۔ ابھی تو سات سو گنا تک پیداوار کی حد تک جایا جا سکتا ہے یعنی اگر آبادی بڑھ رہی ہے تو اس کے مقابلے میں پیداواری ہدف بھی بڑھ رہا ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان و عظمت کا بہت بڑا مظہر ہے۔

اسلام جامد اور تحقیق سے عاری مذہب نہیں:

اسلام نہ تو جامد ہے اور نہ تحقیق و جستجو پر پابندی عائد کرتا ہے۔ اسلام روشن خیال' سب سے پہلے آنے والا اور سب سے آخر تک رہنے والا جدید اور سائنٹفک مذہب ہے جو رہتی دنیا تک مثبت اور مؤثر رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اگر یہ کسی بے مقصد اور خطرناک تحریک کو روکتا اور اس کی حمایت نہیں کرتا تو یہ بھی اس کی خوبی ہے۔ اس کے ماننے والوں کے لئے باعث رحمت ہے کہ ان کو فضولیات سے

روکتا ہے۔ اسلام کی منع کردہ چیزوں سے رک جانا ہی ہمیں تباہی سے بچا سکتا ہے جہاں تک جدید تحریک کا معاملہ ہے تو اسلام اپنے ماننے والوں کو تسخیر کائنات کا درس دیتا ہے' سوچ بچار کی طرف توجہ دلاتا ہے' آگے اپنی مرضی ہے کہ کوئی کچھ کرتا ہے یا نہیں۔ اگر ہم شریعت اسلامی کی حدود میں رہتے ہوئے انسانی فوائد کی غرض سے تحقیق کا عمل بڑھاتے اور نئی نئی ایجادات کرتے ہیں تو یہ مومن کا حق ہے۔

رسول اللہؐ نے فرمایا:

((اَلْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ))[9]

"حکمت ودانائی مومن کی گمشدہ چیز ہے۔"

یہی وجہ ہے کہ ہمارے مسلمان سائنسدانوں نے گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں خصوصاً طب' جغرافیہ' ریاضی' الجبراء' معدنیات' علم اجتماعی' تکنیکی اور فنی میدان میں آج بھی محمد بن زکریا رازی' بو علی سینا' جابر بن حیان' ابن خلدون ایسے ہزاروں علماء اور سائنسدان ہیں جن کی تحقیق کی بدولت یورپ ترقی کر رہا ہے۔ اس دور میں آپ دیکھ لیں ہمارے پاس بین الاقوامی معیار سے بھی بہتر ایٹمی ٹیکنالوجی موجود ہے۔ بحریہ میں آگسٹا آبدوز' سعد ابن ابی وقاص آب دوز' فضائیہ کے میدان میں JF-17 تھنڈر طیارہ بھی ہماری قابلیت کا ثبوت ہے۔ الخالد ٹینک اور جی تھری رائفل' شاہین و غوری میزائل' ایٹمی توانائی کا حصول اور دیگر بے شمار شعبہ ہائے فنون ہیں جن میں ہم کسی ملک سے پیچھے نہیں۔ زراعت کے میدان میں ایشیا کی سب سے بڑی یونیورسٹی بھی ہمارے ہی ملک پاکستان کے شہر فیصل آباد میں واقع ہے۔

جب سے مسلمانوں میں سیاسی عدم استحکام اور معاشی کمزوریاں آئی ہیں اور نو آبادیاتی نظام کے تحت مسلمان ملکوں کے جغرافیے تبدیل ہوئے ہیں تو ساتھ ہی علوم و فنون میں بھی زوال شروع ہو گیا جو دن بدن بڑھتا چلا گیا' تحقیق اور ریسرچ کے میدان میں وافر سرمایہ درکار ہوتا ہے جو کوئی غریب ملک مہیا نہیں کر سکتا' سو ملک اور قومیں مادی ترقی میں پیچھے رہ جاتی ہیں۔ اس کے اثرات مذہب پر بھی پڑتے ہیں' آپ نے پڑھا ہے کہ کلوننگ پر ریسرچ میں 55 سال لگے ہیں اور ایک بچی پیدا کرنے میں کئی کروڑ ڈالر خرچ ہو چکے ہیں جو کوئی امیر ملک ہی خرچ کر سکتا ہے۔

---

9 ترمذی' کتاب العلم' باب ماجاء فی فضل الفقه علی العبادة: ۲۶۸۷

کلوننگ کی درست اقسام:

انسانی کلوننگ کے علاوہ نباتاتی کلوننگ یا ادویات کے میدان میں آگے بڑھ کر ہمیں تحقیقات کرنی چاہئیں تاکہ ہم اس کے مثبت اور مفید پہلوؤں سے فائدہ اٹھا سکیں، قیمتی زرمبادلہ بچا سکیں اور دوسروں کے مرہون منت ہونے سے بچیں۔

الہامی اور سائنسی علوم میں فرق:

شرعی اور سائنسی علوم میں یہی فرق ہے کہ شرعی علوم میں عقل انسانی یا انسان کی شخصی رائے یا پسند و ناپسند کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا بلکہ جو بھی اللہ تعالیٰ کہہ دے اسے ماننا پڑتا ہے گو وہ عقل اور سمجھ میں آئے یا نہ آئے اس میں کمی بیشی کا اختیار کسی کو بھی نہیں ہوتا۔ سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے جبکہ سائنسی فنون کا سارا دارومدار انسان کی ذاتی محنت پر ہوتا ہے۔ اگر وہ محنت کر کے کوئی چیز بناتا یا ایجاد کرتا ہے تو یہ اس کا ایک فن ہے جس پر صرف موجد ہی اپنا کنٹرول نہیں رکھ سکتا بلکہ اس کے بعد کئی اور لوگ اس جیسی یا اس سے بہتر چیز بنالیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ آج نئی سے نئی چیز مارکیٹ میں آرہی ہے اس لئے ان تمام امور کا تعلق فنون، مشاہدے اور تجربے سے ہے جس پر کسی کا بھی قبضہ تسلیم نہیں کیا جا سکتا لیکن شرعی امور اور دین کا معاملہ مختلف ہے اس میں صرف وقت کا نبی ہی محور ہوتا ہے اس کے مقابلے میں نیا دین بنانے کی قطعی اجازت نہیں ہوتی اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ گمراہ سمجھا جائے گا لہٰذا مسلمان سائنسدانوں اور علماء کو بھرپور محنت کر کے تمام میدانوں میں دنیا کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ محنت، خلوص نیت، ملک و قوم سے وفاداری، سچی محبت اور جذبہ صادقہ ایسی صفات ہیں جو کسی بھی محقق کے اندر ہونی لازمی ہیں۔

باب نمبر 4

ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی شرعی حیثیت

ٹیسٹ ٹیوب سے مراد ایسی ٹیوب ہے جس میں مصنوعی طریقے سے ماں کے رحم جیسا ماحول پیدا کیا جاتا اور ٹمپریچر کے اُتار چڑھاؤ کو متناسب رکھا جاتا ہے جس میں جنین کے لئے سانس' درجہ حرارت اور دیگر ضروریات کا بندوبست ہوتا ہے۔ نر کے سپرم اور عورت کے بیضہ کو رحم کی بجائے اس ٹیوب میں آپس میں ملاتے ہیں جس سے زائی گوٹ بنتا ہے۔ پھر اس زائی گوٹ کو ماں کے رحم میں منتقل کر دیا جاتا ہے۔ اس طریقے سے پیدا ہونے والے بچے کو بے بی ٹیسٹ ٹیوب کا نام دیا جاتا ہے۔ اس کی مختلف صورتیں ہیں جو دن بدن عام ہو رہی ہیں۔ بے اولاد جوڑے ان سے استفادہ کر رہے ہیں۔

پہلی صورت:

اس طریقہ میں خاوند بیوی کا اپنا سپرم اور بیضہ رحم سے باہر ٹیوب میں ملائے جاتے ہیں اور کچھ عرصہ بعد ان کو پھر ماں کے رحم میں منتقل کر دیا جاتا ہے۔ اس میں کوئی دوسری عورت شامل ہوتی ہے اور نہ غیر مرد۔

دوسری صورت:

اس میں ماں اور باپ کے سپرم کو باہر ٹیوب میں ملایا جاتا ہے اور پھر کسی دوسری عورت کے رحم میں عاریتاً رکھا جاتا ہے جو نو ماہ مکمل ہونے کے بعد بچے کو جنم دیتی ہے اور مجازی ماں کہلاتی ہے۔ یورپ میں یہ طریقہ عام ہے' کرائے پر عورتیں مل جاتی ہیں۔

تیسری صورت:

اس میں ماں بھی نامعلوم اور باپ بھی نامعلوم ہوتا ہے۔ اس کے لئے تیار ٹیوب بازار اور سٹور سے خرید کر کسی عورت کے رحم میں رکھ کر بچہ پیدا کروالیا جاتا ہے۔

چوتھی صورت:

اس طریقے میں سپرم اپنا' بیضہ بازاری اور رحم مادر بھی مستعار ہوتا ہے۔

پانچویں صورت:

اس طریقہ میں بیضہ اپنی بیوی کا' سپرم بازاری اور رحم اپنی بیوی کا یا کسی اور عورت کا منتخب کر لیا جاتا ہے۔

غیر مسلم ممالک میں یہ تمام طریقے رائج ہیں اور جوڑے حصول اولاد کے لئے ان تمام طریقوں سے استفادہ کر رہے ہیں۔ مورخہ 31 مارچ 2004ء کے "روزنامہ نوائے وقت" کے صفحہ اوّل پر ایک خبر لگی ہے۔ خبر میں چین میں خرید شدہ پہلے ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی پیدائش کے متعلق بتایا گیا ہے جس کو ریفریجریٹر میں رکھ کر ٹھوس اور فریز کیا گیا تھا اور پھر کچھ عرصہ بعد اس کو مائع حالت میں لا کر رحم مادر میں اُتار دیا گیا۔

بے بی ٹیسٹ ٹیوب کے متعلق اسلامی نقطہ نظر:

کسی بھی سائنسی تحقیق یا دریافت کے بارے میں دو الفاظ میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اسے استعمال کرنے کی اجازت ہے یا نہیں۔

اس ضمن میں اہم بات یہ ہے کہ اس سائنسی ایجاد یا دریافت کو استعمال کس طرح کیا جا رہا ہے؟ کسی بھی سائنسی دریافت کو اچھے یا بُرے دونوں طرح کے مقاصد کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس سائنسی تحقیق کو بھی اسی اصول کی روشنی میں دیکھنا چاہئے چنانچہ اس طریقہ کار کو اسلامی قوانین کے تحت استعمال کیا جائے تو اس کی اجازت ہے اور اگر اسلامی قوانین کو پامال کیا گیا ہو تو پھر اس کی ہرگز اجازت نہیں۔

اس کی وضاحت اس طرح کی جا سکتی ہے کہ اگر اس سائنسی طریقہ کار کو اس مقصد کے لئے استعمال کیا جائے کہ ایک شادی شدہ جوڑا بچہ حاصل کر سکے اور اس پر اس میں کوئی دوسرا فریق شامل نہ ہو

تو اس کی اجازت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس طریقہ کار کو صرف شادی شدہ جوڑوں تک ہی محدود رکھا جائے۔ اس مقصد کے پیش نظر بے بی ٹیسٹ ٹیوب کے صرف پہلے طریقہ کو بوقت ضرورت استعمال میں لایا جا سکتا ہے' باقی تمام طریقے حرام ہیں اور اسلام ان کی اجازت نہیں دیتا چونکہ اس سے معاشرے میں شدید تباہی کا خطرہ ہے' اس سے خاندانی اور عائلی نظام بالکل تباہ ہو کر رہ جائے گا۔ جانوروں کی طرح کوئی پتا نہیں چلے گا کہ ماں کون ہے اور باپ کون؟ اور کس کو کس کا وارث بننا ہے؟ ان خرابیوں کے پیش نظر اسلام میاں بیوی کے سوا بچوں کی پیدائش کے تمام طریقوں کی نفی کرتا ہے۔

خود یورپ میں بھی بے بی ٹیسٹ ٹیوب کے دیگر طریقوں کے خلاف شدید احتجاج پایا جاتا ہے۔

ضروری وضاحت:

یہاں یہ وضاحت کرنا انتہائی ضروری ہے کہ ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعے ولادت کے طریقے کی موجودہ دور کے علماء کی اکثریت نے اجازت دی ہے' تاہم بعض علماء کا خیال ہے کہ اس معاملے کا بھی بغور مطالعہ نہیں کیا گیا اس لئے اس بارے میں فیصلہ دینے سے پہلے اس طریقہ کار کے ہر پہلو اور اس کے نتائج و عواقب کا اچھی طرح جائزہ لے لینا چاہئے۔

آپ اس بات پر اتفاق کریں گے کہ یہ طریقہ ایک نئی دریافت ہے اس لئے اس بارے میں علماء کے درمیان اختلاف رائے ہونا بالکل فطری بات ہے۔ صورتحال اس وقت واضح ہو گی جب اس ضمن میں ہونے والی تمام تحقیقات سامنے آئیں گی۔

اسلامی ممالک میں ٹیسٹ ٹیوب کے خطرناک پہلو:

معلوم ہوا ہے کہ بعض بے اولاد لوگ کچھ ایسے ڈاکٹر حضرات کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں جن کا مقصد صرف اور صرف دولت کمانا ہوتا ہے۔ حلال و حرام کی ان کو پہچان نہیں ہوتی۔ وہ پیسے کے حصول کی خاطر لوگوں کو فرٹائل کرتے ہیں جس کی متعلقہ بے اولاد جوڑے کو خبر نہیں ہوتی یا بعض اوقات ہوتی بھی ہے اور فریقین کی رضامندی سے یہ سارا معاملہ طے ہوتا ہے جو سراسر غلط اور حرام ہے اس سے ہر مسلمان کو بچنا چاہئے۔

بے بی ٹیسٹ ٹیوب کی ضرورت کیوں؟

بے بی ٹیسٹ ٹیوب طریقہ علاج کی ضرورت میاں بیوی میں کسی طبّی خرابی کی وجہ سے پیش آتی ہے۔ایسی صورت میں اس طریقہ علاج سے فائدہ اُٹھایا جاتا ہے۔ عورت میں کئی قسم کی خرابیاں اس طریقہ کار کو اپنانے پر مجبور کرتی ہیں۔ مثلاً رحم کا منہ کسی مرض کی وجہ سے بند ہو' رحم کی قاذف نالیاں کمزور ہوں اور بیضہ مطلوبہ جگہ تک نہ پہنچاتی ہوں یا کئی دیگر اسباب ہو سکتے ہیں اسی طرح مرد میں بھی خرابی ممکن ہے جیسے عضو کا مطلوبہ جگہ پر سپرم نہ پہنچا سکنا ہو دیگر ——— جس کی وجہ سے یہ طریقہ علاج دریافت کیا گیا ہے۔ ویسے بہت کم اس کی ضرورت پیش آتی ہے۔ انتہائی مجبوری کی صورت میں اس طریقہ علاج کی طرف آنا پڑتا ہے۔

یہ کوئی اتنا آسان اور سستا کام نہیں اور نہ یہ عام ہی ہے۔ ممکن ہے کہ آنے والے وقت میں عام ہو جائے جیسے کہ دن بدن اس کا رواج ہو رہا ہے لہٰذا اس صورتحال میں مسلمان جوڑوں کو مکمل احتیاط کرنی چاہئے اور اولاد کی غرض سے حرام کا ارتکاب نہیں کرنا چاہئے۔

اسلامک فقہ اکیڈمی مکہ مکرمہ کی تحقیق:

رابطہ عام اسلامی کے تحت کام کرنے والا مقتدر علماء کا یہ ادارہ "المجمع الفقہ الاسلامی" مکہ مکرمہ میں ہے۔ اس ادارے کو باقاعدہ سعودی حکومت اور دیگر اسلامی ملکوں کے جید علماء کی سرپرستی حاصل ہے۔ پچھلے دنوں جب یہ مسئلہ عام ہوا تو اس ادارے نے ایک بڑا فورم منعقد کروایا جس میں مختلف علماء نے اپنی اپنی آراء سے نوازا۔ بحث و تمحیص کے بعد جو فیصلہ ہوا اور جس پر رئیس مجلس المجمع الفقہی فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز' نائب رئیس ڈاکٹر عبداللہ عمر' عبداللہ العبد الرحمن صالح بن فوزان' عبد ُ ُ ُ فوزان' شیخ صالح بن عثیمین اور اس مجمع کے دیگر ارکان علماء کے دستخط موجود تھے۔ علماء کے اس گروہ نے جو فیصلہ دیا وہ کچھ یوں تھا:

"اکیڈمی دین کا جذبہ رکھنے والے افراد کو یہ نصیحت کرتی ہے کہ وہ اس طریقہ کار کو اختیار نہ کریں الا یہ کہ اس کی سخت ضرورت ہو تاہم اسے انتہائی درجہ احتیاط کے ساتھ نطفوں یا بارآور حصوں کے اختلاط سے مکمل تحفظ کے ساتھ بروئے کار لایا جائے۔ اس اہم ترین اور انتہائی حساس مسئلے کی بابت اکیڈمی کا یہ نقطہ نظر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ درست ہو۔"

باب نمبر 5

انتقال اعضا

اعضا کی پیوند کاری:

دور جدید میں جہاں ہر میدان میں تبدیلی واقع ہوئی ہے وہاں میڈیکل سائنس بھی کسی طرح پیچھے نہیں رہی بلکہ اس میں حیرت انگیز واقعات رونما ہو رہے ہیں اور نئی سے نئی چیز دیکھنے میں آ رہی ہے۔ موجودہ دور میں جدید مشینری کے استعمال سے جہاں بے شمار فائدے حاصل ہوئے اور انسانی زندگی میں سہولت و آرام میسر آیا ہے وہیں حادثات بھی بڑھ گئے ہیں جن کی وجہ سے شرح اموات اور زخمیوں کی شرح بھی بڑھ گئی ہے۔ لوگوں کے پاس مادی وسائل بھی بے پناہ ہیں جنہیں خرچ کرنے سے وہ دریغ نہیں کرتے لہٰذا چند سالوں سے ہسپتال میں انتقال اعضاء کا سلسلہ بہت بڑھ گیا ہے۔ یہ معاملہ یہاں تک ترقی کر چکا ہے کہ پچھلے دنوں میرے ایک دوست نے بتایا کہ میں لاہور کے کسی ہسپتال میں اپنے بیٹے کو علاج کی غرض سے لے گیا جس کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی۔ ڈاکٹر سے بات ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ اگر آپ اس کی جگہ نئی ہڈی ڈلوانا چاہتے ہیں تو ہمارے پاس اس کا انتظام ہے۔ انہوں نے ازراہ تحقیق ڈاکٹر سے پوچھا کہ انتظام سے کیا مراد ہے؟ تو ڈاکٹر فوراً انہیں ایک بڑے بکس کے پاس لے گیا جس میں کافی مقدار میں ہڈیاں پڑی تھیں اور تقریباً جسم کی ہر ہڈی موجود تھی۔ میں نے ڈاکٹر صاحب سے استفسار کیا کہ یہ کہاں سے آتی ہیں؟ تو انہوں نے بتایا کہ یہ ہڈیاں غیر مسلم ممالک سے آتی ہیں۔ ان ملکوں میں ہڈیوں کی سمگلنگ کا باقاعدہ کاروبار ہوتا ہے جسے نہایت نفع بخش سمجھا جاتا ہے۔ وہ لوگ قبرستانوں سے مردے چراتے اور ان کی ہڈیاں حاصل کر کے فروخت کر دیتے ہیں۔ اپنے آپ کو مہذب کہلانے والے کتنے مہذب ہیں اور روپے پیسے کے لالچ میں وہ کہاں تک پہنچ چکے ہیں؟

بے شک اسلامی ممالک میں بھی کئی قسم کی خرابیاں ہیں لیکن پھر بھی ان میں اور ہم میں بہت فرق ہے۔ ان لوگوں کی دیکھا دیکھی یہ وبا ہر جگہ پہنچ رہی ہے۔ آج ہی مجھے (31 مارچ 2004ء کو لاہور سے

جاری ہونے والا) روزنامہ "مقابلہ" دیکھنے کا اتفاق ہوا اس کے صفحہ اول کا پورا چوتھائی حصہ گردے فروخت کرنے والے لوگوں کی خبروں پر مشتمل ہے' ایک نئی بیسیوں لوگ گردے فروخت کر رہے تھے۔ جب صحافیوں نے ان سے پوچھا کہ آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ تو اکثر نے کہا کہ ہم اپنی بیٹی کا جہیز تیار کرنے کے لئے ایسا کر رہے ہیں۔ بعض نے کہا کہ ہم علاج کروانے کی غرض سے' کوئی بے روزگاری کو اس کا باعث بتا رہا تھا۔ بہر حال آپ دیکھ لیں کہ انسانیت کس طرف بڑھ رہی ہے اور یہ بڑھتی ہوئی بے راہ روی کس چیز کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ اگر مجبوری کی صورت میں کسی مسئلے میں کوئی گنجائش نکلتی ہے تو لوگ اور ڈاکٹر حضرات کس طرح سے اس سے ناجائز فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسے حالات میں حکومت وقت کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اس چیز پر قابو پائے اور ڈاکٹر حضرات اور فروخت کنندگان کو بھی اپنے اس فعل کے متعلق غور کرنا چاہئے کہ یہ کوئی کاروبار تو نہیں ہے۔

انسانی جسم اللہ تعالیٰ کی نعمت اور امانت ہے۔ اس کی حفاظت کرنا نہایت ضروری ہے۔ اس مضبوط مشینری کے اندر خرابی بھی تب آتی ہے جب انسان اسلامی طریقہ سے دور ہو جاتا ہے۔ آزادی' عیاشی اور منشیات کا عادی ہوتا ہے۔ اس بے راہ روی کی وجہ سے گردے فیل ہوتے اور کئی دیگر امراض آگھیرتے ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اسلام کی طرف پلٹیں جو سلامتی کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔ ایسے ایسے مہلک امراض سے بچاتا ہے جو آج کل غیر مسلم قوموں کو لگے ہوئے ہیں۔

فریق اوّل کا مؤقف:

سوال: بعض لوگوں کا خیال ہے کہ انسانی اعضاء مثلاً دل اور گردے وغیرہ کی پیوند کاری کی اسلام نے ممانعت کی ہے کیونکہ اس عمل سے مردہ اجسام کی دانستہ بے حرمتی ہوتی ہے۔ خون لگوانا' ہڈیوں کا گودہ بدلوانا اور پوسٹ مارٹم اسی ضمن میں آتے ہیں۔ اگر مندرجہ بالا خیالات درست ہیں تو کیا اعضاء کی پیوند کاری درست ہے؟ اس کی وضاحت فرمائیں نیز عطیہ دینے والے کے جسم کا مالک کون ہے؟ خود عطیہ دینے والا جو مر چکا ہے' مرحوم کے لواحقین یا حکومت؟ ایک زندہ شخص کا گردہ کیا کسی دوسرے میں پیوند کرنے کی اسلام اجازت دیتا ہے یا نہیں؟ اور یہ کہ جانداروں کے اعضاء کی انسانی جسم میں پیوند کاری کی اسلامی نقطہ نظر سے وضاحت کریں۔

جواب: اسلام ہمیں مردہ اجسام کے احترام کا درس دیتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ کسی مردہ کی ہڈی توڑنا ایسا ہی ہے جیسا کہ زندہ کی ہڈی توڑنا۔[10]

اس کا مطلب ہے کہ اسلام کی نظر میں لاشوں کی بے حرمتی کرنا قابل سزا جرم ہے' مُردوں کے احترام کا یہ حکم مسلمانوں کے ذہنوں میں پوری طرح واضح ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی تاریخ میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ملتا جس میں دشمن کے سپاہیوں کی لاشوں کی بے حرمتی کی گئی ہو حالانکہ جنگوں میں اکثر ایسا ہوتا رہا ہے۔ یہ اصول اس وقت نظر انداز کر دیا جاتا ہے جب معاشرے کی بہبود کا معاملہ در پیش ہو۔ مقتدر علماء کرام کی رائے ہے کہ اگر کوئی شخص دوسرے فرد کی کوئی قیمتی چیز مثلاً ہیرے کی انگوٹھے نگل لے اور بعد ازاں مر جائے تو اس امر کی اجازت ہے کہ مرنے کے بعد اس کا پیٹ چاک کر کے وہ ہیرے کی انگوٹھی نکال لی جائے تاکہ اسے اس کے اصل مالک کو لوٹایا جا سکے۔

اسی طرح مسلمانوں سے برسرپیکار کافروں کا کوئی گروہ کسی مسلمان کو یرغمال بنا لے یا اسے اپنی حفاظت کے لئے ڈھال کے طور پر استعمال کرے تو اس مسلمان کو ایسی صورت میں ہلاک کر دینے کی اجازت ہے۔ اگر کافروں پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے اس مسلمان کو ہلاک کرنا ناگزیر ہو۔ ان اصولوں کو بنیاد بناتے ہوئے موجودہ دور کے مقتدر علماء کرام اس امر پر متفق ہیں کہ پیوند کاری آپریشن کی اجازت ہے۔ پیوند کاری کے ایسے آپریشن کا مقصد بالکل واضح ہے کہ آپریشن مردہ اجسام کی بے حرمتی کے زمرے میں نہیں آتا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ آپریشن مکمل احترام کے جذبے سے کئے جاتے ہیں۔ مرنے والے کے لواحقین لاش کے وارث ہوتے ہیں اس لئے مرنے والے کے جسم کے کسی عضو کو پیوند کاری کی غرض سے نکالنے کے لئے اجازت لینا ضروری ہے۔ مرنے والے نے اپنی زندگی میں اگر ایسی وصیت کر دی تھی کہ مرنے کے بعد اس کے جسمانی اعضاء کو پیوند کاری کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے تو پھر کسی اجازت کی ضرورت نہیں۔ موت کا سبب معلوم کرنے کی غرض سے یا مجرم کا پتا چلانے کے لئے کئے جانے والے پوسٹ مارٹم کی بھی اجازت ہے یا جس سے کسی ماہر ڈاکٹر کو رائے تحقیق یا اہم نوعیت کی بیماریوں کا علاج تلاش کرنے میں مدد مل سکے۔ کسی زندہ آدمی کے عضو کو کسی دوسرے زندہ آدمی کے پیوند کرنے کی بھی اجازت ہے بشرطیکہ عطیہ دینے والے کو عطیہ لینے والے یا اس کے اصل خاندان' حکومت' کسی اور بااثر شخصیت یا ادارے کی طرف سے عطیہ دینے پر مجبور نہ کیا گیا ہو۔ عطیہ دینے کا فیصلہ اسے خود بالکل آزادانہ طور پر کرنے دینا چاہئے۔ بعض ملکوں میں جہاں سیاسی قیدیوں کو مختلف طریقوں

---

[10] ابوداود' کتاب الجنائز' باب فی الحفار یجد العظم ھل یتنکب ذالک المکان: ۳۲۰۸

سے اذیت دی جاتی ہے وہاں حکام کے لئے یہ کوئی مشکل امر نہیں ہے کہ ان سیاسی قیدیوں کو زبردستی ان کے بعض جسمانی اعضاء سے محروم کر دیا جائے۔ دباؤ' دھونس یا طاقت کے استعمال کی اس معاملے میں سخت ممانعت ہے۔ جانوروں کے اعضاء کی انسانی جسم میں پیوند کاری کی بھی اجازت ہے' اگر اس عمل سے انسان کی زندگی کو طول دینے میں مدد مل سکے۔[11]

سوال: کیا ایک شخص یہ وصیت کر سکتا ہے کہ انتقال کے بعد اس کے بعض اعضاء کسی دوسرے کے جسم میں لگا دیئے جائیں ——؟

جواب: بعض علماء کے نزدیک جسمانی اعضاء کا عطیہ دینا جائز ہے اگر کسی عضو کے عطیہ سے کسی دوسرے انسان کی جان بچانے کی کوشش کی جا سکتی ہے تو اس میں کوئی خرابی نہیں ہے کیونکہ مرنے والے کے لئے وہ عضو اب کسی کام نہیں آسکتا۔ میں نے لوگوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی آنکھیں عطیہ کر دے تو قیامت کے دن وہ بغیر آنکھوں کے زندہ کیا جائے گا' یہ تصور درست نہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس قسم کا دعویٰ کرنے والے حضرات اپنی بات کی تصدیق کے لئے کوئی ثبوت پیش نہیں کرتے۔ دوسری بات یہ کہ روز قیامت تمام انسانوں کو ان کی مکمل حالت میں زندہ کیا جائے گا۔ اگر دنیا میں کوئی شخص کسی حادثہ میں اپنا ایک بازو گنوا بیٹھا ہے تو روز محشر اسے صرف ایک بازو کے ساتھ زندہ نہیں کیا جائے گا بلکہ وہاں اس کے دونوں بازو ہوں گے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اپنا کوئی عضو دنیا میں کسی دوسرے شخص کو عطیہ کر دیتا ہے تو قیامت کے دن اسے بھی مکمل حالت میں اٹھایا جائے گا۔

انتقال اعضاء کے سلسلہ میں پوچھے گئے ایسے ہی سوالات جن کو روزنامہ "عرب نیوز" نے مختلف علمائے کرام سے استفسار کے بعد شائع کیا' ہم اس مسئلہ کو دوبارہ سوال و جواب کی صورت میں تحریر کرتے ہیں تاکہ مسئلہ کی مزید وضاحت ہو جائے۔ یہ پہلے جوابات کی تائید کرتے ہیں۔

سوال: کیا کسی مسلمان کی آنکھ یا دیگر اعضاء وفات کے بعد تحقیق و تعلیم کے لئے کسی میڈیکل کالج کو دیئے جا سکتے ہیں؟

2- کیا کوئی شخص زندہ رہتے ہوئے اپنا ایک گردہ کسی ضرورت مند کو عطیہ کر سکتا ہے؟

3- کیا روزہ کی حالت میں انجکشن یا ڈرپ لگائی جا سکتی ہے؟

---

11 اسلامی طرز فکر۔ ص: ۲۱۵

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات قرار دیا ہے لہٰذا زندگی میں اور وفات کے بعد بھی انسان کے جسم کا احترام لازم ہے' اسلام نے تو اسلام کے سخت مخالف افراد کے جسم کے اعضاء کاٹنے کی بھی ممانعت کی ہے تاہم اگر انسانی برادری کی بہبود کے لئے کسی انسانی عضو پر تحقیق کے لئے کوئی شخص اپنا کوئی عضو عطیہ کرے تو وفات کے بعد اس کے جسم سے یہ عضو حاصل کیا جاسکتا ہے' ایسے عضو کو احترام کے ساتھ استعمال کرنا چاہئے اور تحقیق کا کام ختم ہونے کے بعد اسے دفن کر دینا چاہئے۔

-4 (حنفی مسلک کے علماء کے نزدیک انسانی جسم کے کسی بھی عضو کا عطیہ جائز نہیں) ہنگامی صورتحال میں اس بات کی اجازت ہے کہ ایک شخص کسی دوسرے کو اس کی جان بچانے کے لئے اپنا ایک گردہ عطیہ کر دے (حنفی مسلک کے علماء کے نزدیک گردے کی پیوندکاری جائز نہیں)۔

-5 روزہ کی حالت میں طبی وجوہ کی بناء پر انجکشن لگوانے کی اجازت ہے لیکن اگر کوئی شخص بیمار ہے تو اس کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ بیماری کی حالت میں رمضان کے روزے نہ رکھنے کی رخصت سے فائدہ اٹھائے اور جتنے روزے بیماری کی وجہ سے قضاء ہو جائیں وہ رمضان کے بعد رکھ لے۔ بیماری کی وجہ سے ڈرپ لگوانے کی بھی اجازت ہے لیکن اس مسئلے میں ہمارے علماء غذائی اور مقوی اثرات والے انجکشن اور ڈرپوں کی اجازت دینے میں محتاط ہیں اور ایسی صورت میں روزہ دوبارہ رکھنے کو بہتر تصور کرتے ہیں۔

فریق ثانی اور عدم جواز کے دلائل:

اب میں انتقال اعضاء کے سلسلہ میں عدم جواز کا مؤقف رکھنے والے علماء کے دلائل ذکر کرتا ہوں' فریقین کے دلائل ذکر کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ ان کی روشنی میں زیادہ سے زیادہ کتاب و سنت کے قریب تر ہوا جاسکے اور مسئلے کی اچھی طرح وضاحت ہو جائے۔

اس سلسلہ میں' میں نے علماء سے رابطہ کیا اور خطوط لکھ کر ان کا مؤقف جاننے کی کوشش کی۔

اس ضمن میں' میں نے ایک خط حافظ عبدالمنان نورپوری حفظہ اللہ کو بھی لکھا جس کا انہوں نے تحریری جواب ارسال کیا ہے۔ سوال و جواب پر مشتمل دونوں خط درج ذیل ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قابل صد احترام استاد المکرم حافظ عبد المنان نور پوری صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اسعدك الله تعالىٰ فى الدارين

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔

احوال آنکہ میں ان دنوں اسلام اور جدید میڈیکل سائنس کے عنوان پر ایک تحقیقی مقالہ لکھ رہا ہوں جس کے لئے مجھے مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات درکار ہیں۔ خط کے ساتھ ہی میں مسئلہ انتقال اعضاء کے مسئلہ میں دیئے گئے فتویٰ جات کی فوٹو کاپی بھی ارسال خدمت کر رہا ہوں جو عرب کے مشہور اخبار "عرب نیوز" میں چھپ چکے ہیں۔ عادل اصلاحی اس اخبار کے مدیر اور انگلش سے اردو ترجمہ جناب عبد السلام سلامی اور ان کے ساتھیوں نے کیا ہے جو کتابی شکل میں "اسلامی طرز فکر" کے نام سے کراچی سے چھپ چکا ہے۔ اس کو ارسال کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ ان کی تحقیق سے بھی آگاہ ہو سکیں اور اس سلسلے میں اپنی تحقیق، شرعی رائے اور مؤقف سے بھی آگاہ فرما سکیں۔ امید ہے کہ آپ جوابات سے نواز کر عند اللہ ماجور ہوں گے۔

سوال ۱ : کیا کوئی شخص اپنا ایک گردہ کسی دوسرے بھائی کو دے سکتا ہے جس کے دونوں گردے ناکارہ ہو چکے ہوں جبکہ گردہ دینے والا شخص بھی بعد میں نارمل زندگی بسر کر سکتا ہے؟

سوال ۲ : کیا کوئی شخص یہ وصیت کر سکتا ہے کہ میرے مرنے کے بعد میری آنکھیں یا دیگر اعضاء کسی دوسرے شخص کو لگا دیئے جائیں؟

سوال ۳ : کیس کی تحقیق یا میڈیکل کے طلباء کے مطالعہ کے لئے کیا پوسٹ مارٹم کی اجازت ہے؟

سوال ۴ : کیا کسی جانور یا غیر مسلم کی ہڈی مسلمان کو لگائی جا سکتی ہے؟

سوال ۵ : ہمارے محلے کی مسجد دوبارہ تعمیر کے لائق ہو چکی ہے نیز جگہ بھی کم ہے، محلہ دار چاہتے ہیں کہ اس کی بجائے کھلی جگہ پر مسجد تعمیر کروائی جائے۔ کیا ہم پہلی مسجد کا سامان نئی مسجد یا کسی دوسری مسجد کو دے سکتے ہیں اور مسجد کی جگہ فروخت کر سکتے ہیں؟

سوال٦ : کیا عورت خرابی صحت کی وجہ سے مانع حمل ادویات کے ذریعے منصوبہ بندی کر سکتی ہے؟

والسلام علیکم

ڈاکٹر شوکت علی شوکانی

مدیر المکتبۃ الاسلامیہ غلہ منڈی دھم تھل

ضلع نارووال ٢٠٠٤-٥-٨

حافظ عبدالمنان صاحب شیخ الحدیث جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ کی طرف سے خط میں مندرج سوالات کا جواب:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از عبدالمنان نورپوری بطرف جناب محترم ڈاکٹر شوکت علی شوکانی حفظہ اللہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امابعد! خیریت موجود عافیت مطلوب' آپ کے سوالوں کے جواب ترتیب وار مندرجہ ذیل ہیں۔ **بتوفیق اللہ تبارك وتعالٰی وعونہ۔**

جواب١ : نہیں! کیونکہ انسان ازروئے شریعت اپنے اعضاء کا مالک نہیں' ہاں وہ اپنے بکرے کا مالک ہے۔ دلیل یہ ہے کہ وہ ازروئے شریعت اپنے بکرے کو ذبح کر سکتا ہے' ذبح کرنے کے بعد وہ اس کا گوشت بنا سکتا ہے' اس کے اعضاء جدا جدا کر سکتا ہے جبکہ ازروئے شریعت اپنی ذات پر وہ یہ کام نہیں کر سکتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا کرنے والے کو جہنمی قرار دیا ہے۔ رہا یہ سوال کہ اس کا مقصد نیک ہے تو مقصد نیک ہونے سے کام درست نہیں ہو جاتا مثلاً ایک عورت جنسی خواہش رکھتی ہے' خاوند اس کا فوت ہو گیا ہے تو کوئی مرد یہ سمجھے کہ میں اس کی حاجت پوری کر رہا ہوں لہٰذا مجھے ثواب ملے گا تو یہ کام جائز نہیں ہو جائے گا یا مثلاً ایک آدمی مقروض ہے تو کوئی دوسرا آدمی اپنے پیسے پر سود وصول کر کے اس کا قرض اُتار دے اور سمجھے کہ میرا مقصد نیک ہے لہٰذا مجھے ثواب ملے گا تو وہ سود جائز نہیں ہو جائے گا۔ اہل علم میں کتاب وسنت کی روشنی میں یہ بات مشہور ومعروف ہے: **إن الغاية لا تبرر الوسيلة۔**

جواب٢ : نہیں! دلیل جواب نمبر 1 میں گزر چکی ہے کہ جب وہ زندگی میں اپنے اعضاء کا مالک نہیں تو فوت ہونے کے بعد وہ اپنے اعضاء کا مالک کیسے بنے گا؟

جواب ۳: نہیں! آپ کی ارسال کردہ تحریر میں لکھا ہے کہ ایک حدیث میں ہے کہ کسی مردہ کی ہڈی توڑنا ایسا ہی ہے جیسا کہ زندہ کی ہڈی توڑنا' اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کی نظر میں لاشوں کی بے حرمتی کرنا قابل سزا جرم ہے اور آپ سن چکے ہیں کہ کتاب وسنت کی روشنی میں تدبیر غایت و مقصد وسیلہ کام کو جائز و درست نہیں بناتا۔

جواب ۴: حلال جانور کی تو لگائی جاسکتی ہے' انسان مسلم لیکن حرام جانور ہو یا خواہ غیر مسلم کی ہڈی ہو نہیں لگائی جاسکتی۔ دلیل پہلے گزر چکی ہے۔

جواب ۵: مجھے اس کا علم نہیں' کسی اور سے دریافت فرمالیں۔

جواب ٦: نہیں! کوئی اور علاج جو شرعاً درست ہو' اختیار فرمالیں۔ واللہ اعلم!

حافظ عبدالمنان۔۔۔۔۔ سرفراز کالونی' گوجرانوالہ 18-04-1425

طرفین کے دلائل اور ان کی روشنی میں فیصلہ:

انتقال اعضاء کے سلسلہ میں اس طرح کے کئی خطوط میں نے دیگر علماء کو بھی لکھے اور خود ملاقات کر کے بھی دریافت کیا' طوالت کے ڈر سے صرف حافظ عبدالمنان نورپوری حفظہ اللہ کا خط یہاں پر درج کر دیا ہے۔

لہٰذا ہم دونوں اطراف کے دلائل کی روشنی میں یہ سمجھ پائے ہیں کہ انسانی اعضاء کے انتقال کی اسلام میں اجازت نہیں ہے۔ اگر فریق اوّل کے دلائل کی روشنی میں اس کی اجازت دے دی جائے تو پھر انسانی تذلیل کا خطرہ ناقابل برداشت ہے۔ اس سے ایک ایسے کاروبار کا دروازہ کھلنے کا بھی اندیشہ ہے کہ جس سے انسانی احترام و حرمت پامال ہو کر رہ جائے گی اور ایسا طوفان اُٹھے گا کہ لوگ دنیا کی حقیر زندگی کی خاطر منافع بخش کاروبار سمجھ کر یہ کام کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والی آوارہ زندگی اور قانون فطرت سے اعراض اور جدید دور کی عیاشی آنے والے ایام میں گردوں کے ناکارہ ہونے' آنکھوں اور دل کی بیماریوں کے سیلاب کی صورت وارد ہونے کی نشاندہی کر رہے ہیں کہ اگر انسانوں نے اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی شریعت کے مطابق نہ ڈھالا تو دنیا کا ہر دسواں شخص اپنے ان قیمتی اعضاء میں سے کسی نہ کسی سے ضرور محروم ہو گا۔ ایسی صورت حال کی اگر اصلاح ممکن ہے تو وہ صرف اور صرف اسلامی تعلیمات ہی سے ممکن ہے۔

روزنامہ "انصاف" لاہور مورخہ 24-07-2004 کے صفحہ اول پر ایک خبر شائع ہوئی ہے جس میں لاہور ہائیکورٹ کے جسٹس ایم جاوید بٹر نے ملک کے ممتاز قانون دان ایم۔ ڈی طاہر کی جانب سے دائر کردہ رٹ

کی سماعت کرتے ہوئے آئی-جی کو دو ہفتوں کے اندر جواب دینے کا پابند کیا ہے کہ وہ انسانی اعضاء کی بڑھتی ہوئی خرید و فروخت کے متعلق رپورٹ پیش کریں۔ انہوں نے ساتھ ہی حکومت کو نوٹس جاری کیا ہے کہ وہ فی الفور اس کے متعلق قانون سازی کر کے پابندی عائد کرے اور اس کی روک تھام کے لئے پولیس اپنی ذمہ داری ادا کرے تا کہ انسانی تذلیل کا یہ کھیل ختم ہو جبکہ ہمارے قریبی ہمسایہ ملک بھارت میں اس کے متعلق قانون سازی کر کے پابندی لگا دی گئی ہے لہٰذا حکومت پاکستان کو بھی اس سلسلہ میں فی الفور اقدامات کرنے چاہئیں۔

اخبار میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ کام اس وقت شیخوپورہ' پاکپتن' سرگودھا اور وہاڑی میں زوروں پر ہے۔ ہم اسلامی نظریاتی کونسل سے بھی گزارش کرتے ہیں کہ وہ بھی اس سلسلہ میں حکومت کی راہنمائی کرے۔ مسلمان ڈاکٹر اس سلسلہ میں اپنی تحقیقات کا رُخ انسانوں کی بجائے حلال جانوروں کی طرف کریں تا کہ ان کے اعضاء انسانوں کے کام آسکیں۔

مصنوعی اعضاء اور پلاسٹک سرجری:

اگر کوئی شخص کسی حادثے کا شکار ہو کر اپنے جسم کا کوئی حصہ ضائع کر بیٹھتا ہے مثلاً ٹانگ کٹ جاتی ہے' ناک کٹ جاتی یا دانت ٹوٹ جاتے ہیں یا پیدائشی طور پر وہ بعض اعضاء سے محروم ہو جاتا ہے تو ایسی صورت میں یہ اعضاء مصنوعی صورت میں پلاسٹک یا دیگر کسی مناسب دھات کے بازار سے بنا کر لگوا سکتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ عرفجہ بن اسعد کی ناک دور جاہلیت میں جنگ کلاب میں کٹ گئی تھی تو اس نے چاندی کی ناک لگوالی لیکن اس میں تعفن اور بدبو پیدا ہو جاتی تھی تو آپؐ نے اسے سونے کی ناک لگوانے کی اجازت دے دی۔[12]

اسی طرح اگر بذریعہ آپریشن کسی کی آنکھوں وغیرہ کی بینائی بحال ہو سکتی ہے تو اس کی بھی اجازت ہے البتہ وہ عورتیں جو نسوانی حسن برقرار رکھنے کے لئے پلاسٹک سرجری کرواتی ہیں اور اپنے چہرے کی جھریاں چھپا دیتی ہیں' یہ ممنوع ہے کیونکہ یہ دھوکے میں شامل ہے البتہ دیگر اعضاء کی پلاسٹک سرجری کروانے میں کوئی حرج نہیں۔

بوقت نماز اگر ان کو دھونا ممکن ہو تو ہر وضو کے وقت دھو لئے جائیں اور اگر دھونا مناسب نہ ہو' دھونے کی وجہ سے خرابی کا خطرہ ہو تو ان پر مسح کر لے' وہ پگڑی اور موزوں کے حکم میں ہوں گے جیسے ان پر مسح ہو سکتا ہے ویسے ہی ان پر بھی مسح ہو سکتا ہے۔

---

[12] سنن نسائی' باب من اصیب انفہ ھل یتخذ وانفسا من ذھب: ۵۱٦۴

باب نمبر 6

خاندانی منصوبہ بندی

(وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا) (بنی اسرائیل: 31)

خاندانی منصوبہ بندی

دنیا کے دیگر ملکوں کی اتباع کرتے ہوئے حکومت پاکستان نے بھی محکمہ برائے بہبود آبادی قائم کیا ہوا ہے۔ یہ محکمہ وفاقی حکومت کے تحت کام کرتا ہے' ویسے تو یہ ایک مستقل محکمہ ہے لیکن اس کا تعلق محکمہ صحت کے ساتھ بھی کافی گہرا ہے۔

اس محکمے کا بہبود آبادی کے حوالے سے تو شاید ہی کوئی کام ہو لیکن خاندانی منصوبہ بندی کے حوالے سے یہ محکمہ بڑا فعال نظر آتا ہے۔ اس کا سارا زور ہی صرف اسی ایک پہلو پر ہے جس کے نتیجے میں ماں اور بچے کی صحت پر تو کوئی اچھے اثرات مرتب نہیں ہو سکے لیکن جگہ جگہ چوکوں اور راستوں پر اس محکمے کے بورڈ آپ دیکھتے ہیں۔ بعض گھروں کے دروازوں پر چابی نصب کی ہوئی بھی آپ کو ملے گی۔ ساتھ ایک بورڈ ہو گا جس پر گھٹیا قسم کے فقرے "بچے دو ہی اچھے ——— چھوٹا خاندان خوشحال گھرانہ ——— چھوٹا خاندان زندگی آسان" وغیرہ وغیرہ لکھے ہوں گے۔

میں ایسے بھلے مانسوں سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا بہبود آبادی اسی کا نام ہے؟ بچے اور ماں کی صحت ان کفریہ کلمات سے وابستہ ہے؟ آپ کے پاس کون سا خوشحالی کا سرٹیفکیٹ ہے جو صرف بچے بند اور کم کرنے سے ہی مل سکتا ہے؟ پھر خود آپ کا اپنے بہن بھائیوں میں سے کون سا نمبر ہے؟ چھٹا یا ساتواں؟ ——— اگر آپ کے اس خوشحالی کے فارمولے پر عمل ہوتا تو پھر آپ دنیا میں کیا آسکتے؟ اور کیا یہ محکمہ ہوتا؟

ایوب خان کے دور حکومت میں جب یہ محکمہ معرض وجود میں آیا تو اس نے اپنے طریقے سے لوگوں کے ذہن سازی شروع کی' طرح طرح کے جملے اور فقرے بورڈوں اور دیواروں پر لکھ دیئے گئے' ریڈیو اور ٹیلی ویژن کو بھی یہ مشن سونپ دیا گیا' دن رات ٹیلی ویژن پر منصوبہ بندی کے متعلق اشتہار آنے لگے جیسے گورنمنٹ کو اور کوئی کام ہی نہ ہو اور ملک کی تعمیر و ترقی کا راز شاید بچے کم کرنے میں ہی ہو۔ اتفاق کی بات کہ اس آفیسر کی ایک بیٹی تھی جس کا نام سیماں تھا' جب اس محکمے کی مہم زوروں پر تھی تو اسی دوران سیماں کے گھر دو جڑواں بچے پیدا ہوئے۔ اب ہر خاص و عام کی زبان پر ایک ہی نعرہ تھا:

سانوں آکھے نو نو ——— سیماں جمے دو دو

قدرتی وسائل سے مالا مال ملک:

پاکستان بنیادی طور پر ایک زرعی ملک ہے جس کی زمینیں بڑی زرخیز اور کسان محنتی ہیں۔ اگر ان کو دنیا کے دیگر ممالک کی طرح جدید سہولیات فراہم کی جائیں تو ہماری زمینیں کئی گنا زیادہ پیداوار دے سکتی ہیں۔ زرعی یونیورسٹیوں کو ایسے بیج تیار کرنے چاہئیں جن کی پیداواری صلاحیت زیادہ ہو' غریب عوام کو آبادی کم کرنے کا مشورہ دینے والے خود ملک کے اسّی (80) فیصد وسائل اور سرمائے پر قابض ہیں۔ وہ دوسرے کسی بھی شخص کو آگے نہیں آنے دینا چاہتے۔ بیوروکریسی اور سیاست میں آپ کو یہی خاندان ملیں گے' اگر یہی سرمایہ منصفانہ طریقے سے چند افراد کے ہاتھوں سے نکل کر ملک میں پھیلا دیا جائے' کاروبار میں لگا دیا جائے تو بے روزگاری کے مسائل حل ہو سکتے ہیں لیکن فرعونی سوچ رکھنے والے لوگ بنی اسرائیل کو اپنی غلامی سے نجات دینا کب پسند کرتے ہیں؟ بلکہ وہ تو مختلف طریقوں سے ان کی نسل کشی ضروری سمجھتے ہیں۔

حکومتوں اور محکموں کا کام آبادی کم کرنا نہیں یہ تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے وہ جیسا چاہتا ہے' کرتا ہے۔ آنے والی روح کو کوئی روک نہیں سکتا۔ حکومتیں آبادی کو ہوّا بنانے کی بجائے وسائل کی منصفانہ تقسیم یقینی بنائیں۔ قدرتی وسائل سے بھرپور فوائد حاصل کئے جائیں اور ان کے لئے بہتر سے بہتر منصوبہ بندی کی جائے۔ چھوٹی بڑی صنعتوں کو عام کیا جائے' انڈسٹری کا جال بچھایا جائے تاکہ لوگوں کو روزگار فراہم ہو۔

سب سے بڑی بات کہ ملک میں دین اللہ کا قیام ہو حدود اللہ کا نفاذ عمل میں لایا جائے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا جہاں ایک حد قائم کر دی گئی وہ چالیس سالوں کی بارش سے بھی زیادہ باعث برکت ہے۔

بڑھتی ہوئی آبادی اور زمینی پیداوار کے متعلق قرآنی پیش گوئی:

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۭ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ) (البقرة: 261)

"مثال ان لوگوں کی جو اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں ایک دانے جیسی ہے (جس کو بویا گیا تو) اس میں سے سات بالیاں نکلیں (پھر ہر بالی پر سات سٹے لگے) ہر بالی میں سو دانے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ کرتا ہے جس کے لئے وہ چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت زیادہ وسعت والا اور جاننے والا ہے۔"

اگر مسلمان سائنسدان اور ماہرین زراعت اس قرآنی حکم کو سامنے رکھ کر اپنی تحقیقات کا دائرہ کار وسیع کریں اور بیجوں پر ریسرچ کریں تو کوئی بعید نہیں کہ پیداوار 700 فی ایکڑ سے بھی زیادہ ہو جائے۔ موجودہ تجربات اور مشاہدات بھی اس قرآنی پیشین گوئی کی تائید کرتے نظر آتے ہیں۔ پہلے زمین اتنی مقدار میں فصلیں پیدا نہیں کرتی تھی، جتنی اب ہو رہی ہے اور یہ روز بروز بڑھ رہی ہیں۔ فرانس اور امریکہ میں تیار ہونے والے بیجوں کی پیداواری صلاحیت اب بھی کئی سو من فی ایکڑ ہے جیسے آبادی بڑھتی جا رہی ہے' ویسے ہی اللہ تعالیٰ انسانی ضرورتوں کے مطابق زمین سے فصلیں پیدا کر رہا ہے جو عین اسلام کی صداقت کی روشن دلیل ہے لہٰذا ہمارے جعلی ماڈرن طبقے کو خوامخواہ پریشان نہیں ہونا چاہئے اور نہ دوسرے ملکوں کی اندھی تقلید کرنی چاہئے۔

محکمہ منصوبہ بندی کے مسلمان ملازمین:

کیا بحیثیت مسلمان آپ کو اللہ تعالیٰ کے رازق ہونے کا یقین نہیں ہے؟ کیا یہ دنیا عارضی نہیں ہے؟ کیا کل ہر آدمی کو اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنے اعمال کا حساب نہیں دینا؟ کیا معمولی اور عارضی فائدہ کی خاطر انسان کو اپنی آخرت برباد کر لینی چاہئے؟ کیا آپ کو ملنے والی معمولی رقم جس کی غرض سے آپ لوگ گھر گھر جا کر لوگوں کو آپریشن کے لئے تیار کرتے اور ترغیب دیتے ہیں' آپ کا دین آپ کو ایسا کرنے کی اجازت دیتا ہے؟ کیا آپ کو نبی محترمﷺ کا فرمان عالی شان معلوم نہیں:

((تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ فَإِنِّيْ مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ))[13]

"بہت محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی عورت سے شادی کرو اس لئے کہ میں قیامت کے دن دوسری اُمتوں کے مقابلے میں اپنی اُمت کی کثرت پر فخر کروں گا۔"

رزق اور خوشحالی کے ٹھیکیدارو! کارالٰہی میں مداخلت کرنے والو! اور ساتھ ساتھ محبت رسولﷺ کا دعویٰ کرنے والو! کیا یہ رسول اللہﷺ کا حکم نہیں؟

---

13 ابو داود' كتاب النكاح' باب النهي عن تزويج من لم يلد من النسا: ٢٠٥٠

منصوبہ بندی کے ناجائز ہونے کے قرآنی دلائل:

﴿قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ (انعام: 151)

"آپ کہئے کہ آؤ! میں تمہیں وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن کو تمہارے ربّ نے تم پر حرام قرار دیا ہے۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور اپنی اولاد کو افلاس کے سبب سے قتل نہ کرو' ہم تم کو اور ان کو رزق دینے والے ہیں اور بے حیائی کے جتنے طریقے ہیں' ان کے قریب بھی مت جاؤ خواہ وہ اعلانیہ ہوں یا پوشیدہ اور کسی جان کا خون کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اس کو قتل مت کرو مگر حق کے ساتھ' ان باتوں کا تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھو۔"

دوسری جگہ ارشاد گرامی ہے:

﴿وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا﴾

(بنی اسرائیل: 31)

"اور مفلسی کے خوف سے اپنی اولاد کو مار نہ ڈالو ان کو اور تم کو ہم ہی رزق دیتے ہیں' یقیناً ان کا قتل کرنا کبیرہ گناہ ہے۔"

تو کیا قرآن کی یہ پکار آپ کے ضمیر اور ذہن کو نہیں جھنجھوڑتی؟ کہیں دنیا کے حقیر پیسے نے آپ کے دل کو مردہ تو نہیں کر دیا؟ کہ جس پر قرآن کا اثر ہی نہیں ہوتا۔ کیا فلاح و بہبود کے چکر میں آپ لوگوں کو گلی گلی نس بندی کی ترغیب نہیں دیتے پھرتے؟ خاندانی منصوبہ بندی کے عملے کے علاوہ میں دوسرے لوگوں سے بھی سوال کرتا ہوں کہ قرآن کی اس آیت کے بعد کیا اب بھی کوئی گنجائش نکلتی ہے؟ آپ کی عقل زیادہ ہے یا آپ کے پیدا کرنے والے اللہ تعالیٰ کی؟ رزق زمین میں نہیں آسمان میں ہے اور وہ آپ کی دنیا میں آمد سے پہلے ہی مقدر ہو چکا جس کی آپ کو فکر نہیں ہونی چاہئے۔ آپ اسے کھائے بغیر نہیں مر سکتے اور مقدر سے زیادہ آپ کو مل بھی نہیں سکتا۔ آپ کے محکمہ کا کام اگر عورت' بچے' عوام اور معاشرے کی فلاح ہے تو پھر آپ کو یہ کام مبارک ہو لیکن اگر اس کی آڑ میں منصوبہ بندی کا دھندہ ہے تو پھر اپنی کمائی اور ڈیوٹی پر غور کریں۔

یہ دیوانگی کیوں؟

ایک طرف تو بچے کم کرنے کی مہم زوروں پر ہے اور دوسری طرف مصنوعی اور غیر فطری طریقے سے انسان پیدا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ کلوننگ پر تجربات کئے جارہے ہیں اور ایک انسان پیدا کرنے کے لئے کروڑوں ڈالر خرچ کئے جارہے ہیں۔ دوسری طرف جو اللہ تعالیٰ کی ذات بغیر محنت کے صحت مند انسان پیدا کررہی ہے اس کی راہ میں رکاوٹ ڈالی جارہی ہے اور بہانہ پیش کیا جاتا ہے کہ کثرت افراد اور آبادی میں اضافہ مسائل پیدا کرتا ہے لہٰذا بچے کم پیدا کرو' اگر قدرتی اور فطری طریقے سے پیدا ہونے والے بچے آبادی میں اضافے کا باعث بنتے ہیں تو کیا غیر فطری طریقے سے پیدا ہونے والے غیر صحت مند لوگ جن کی زندگی اور صحت کے بارے میں کوئی یقینی بات بھی نہیں کہی جا سکتی' کیا وہ معاشرہ پر بوجھ نہیں؟ اور کیا بذریعہ کلوننگ پیدا ہونے والے بچے آبادی میں اضافہ نہیں کرتے؟ آخر کلوننگ پر اتنا پیسہ خرچ کرنے کی ضرورت کیا ہے؟ پھر ایک طرف آبادی کو کنٹرول کیا جارہا ہے تو دوسری طرف ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعے حرامی بچوں کی بھرمار کی جارہی ہے۔ لوگوں کو اس طرف راغب کیا جارہا ہے چنانچہ جب صورتحال یہ ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ سراسر شیطانی کھیل ہے خواہ یہ کلوننگ کے نام پر ہو' ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے نام پر ہو یا منصوبہ بندی کے نام پر' یہ سب شیطانی کام ہیں جو شیطان کے چیلے کررہے ہیں تاکہ نظام الٰہی میں بگاڑ پیدا کیا جائے۔ کافر تو کافر ہیں' انہوں نے تو یہ کام کرلئے لیکن جو مسلمان ملک اس میں شامل ہیں' ان کو تو اپنے اس طرز فکر پر غور کرنا چاہئے۔

منصوبہ بندی کے قائلین کے لئے ایک واقعہ:

میرے ایک قریبی دوست ہیں' ان کے محلے میں ایک بڑی ماڈرن اور بے دین قسم کی عورت رہتی تھی۔ محلے داری کی وجہ سے ان کے گھر آنا جانا تھا۔ میرا یہ دوست ان دنوں کالج پڑھتا تھا' یہ عورت چھوٹا موٹا سودا سلف بھی اسی کے ہاتھ شہر سے منگوالیا کرتی۔ اس کا خاوند کسی فیکٹری میں مزدوری کرتا تھا۔ اتفاق کی بات کہ اس کے ہاں نرینہ اولاد نہ تھی۔ تمام بچیاں ہی بچیاں تھیں۔ ماڈرن بننے کا شوق' گھر میں بچیوں کی کثرت' پھر بے دینی کی انتہا یہ ایسی چیزیں تھیں کہ جن کی وجہ سے وہ عورت پریشان رہتی۔ اس بار جب وہ امید سے ہوئی تو اس نے اس لڑکے کو پیسے دیئے کہ کل جب وہ کالج جائے تو بازار سے اسقاط حمل کی گولیاں لادے۔

وہ لڑکا ہمارے پاس بیٹھتا تھا جس کی وجہ سے ان مسائل کو بھی جانتا تھا چنانچہ اس نے بازار سے فیرم سلفیٹ کی چند گولیاں لا کر دے دیں جو فولاد کی کمی پورا کرتی اور حمل کو مستحکم و مضبوط کرتی ہیں۔ اس نے عورت سے کہا کہ وہ روزانہ صبح دوپہر شام ایک ایک گولی پانی کے ساتھ استعمال کرتی رہے' ایک ڈیڑھ ماہ میں حمل ساقط ہو جائے گا۔ وہ بیچاری بنتی تو ماڈرن تھی لیکن تھی اَن پڑھ چنانچہ بے فکری سے گولیاں کھاتی رہی اور انتظار میں تھی کہ حمل کب گرتا ہے۔ ادھر اللہ کی قدرت کہ اس کا خاوند دل کے دورے سے فیکٹری میں ہی فوت ہو گیا۔ اب عورت کا کوئی سہارا نہ تھا۔ یہ خاوند کے غم میں اسقاط حمل کو بھول گئی۔ ایک دن اس دوست سے گفتگو ہو رہی تھی تو ضمناً اس عورت کا ذکر بھی آ گیا۔ اس نے مجھے یہ سارا واقعہ سنایا کہ اس عورت نے مجھے ایک مرتبہ اس مقصد کے لئے پیسے دیئے تھے لیکن میں نے آپ کے بتائے مسائل کی وجہ سے اسقاط حمل کی بجائے دوسری گولیاں لا دی تھیں۔ اب ہوا یہ کہ اس کے خاوند کی وفات کے جلد ہی بعد اللہ تعالیٰ نے اس کو جڑواں بچے دیئے جو بڑے صحت مند اور خوبصورت تھے۔ ان بچوں کی پیدائش نے اس کے سارے غم دور کر دیئے۔ اب وہ بچے جوان ہیں' کمائی کرتے اور سارے گھر کا انتظام چلا رہے ہیں۔ وہ اپنی تین بہنوں کی شادی بھی کر چکے ہیں۔ اب دیکھیں کہ اگر وہ عورت خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کر لیتی تو اس کے گھر کا نقشہ کیا ہوتا؟ لہٰذا ہمیں اللہ کی قدرت پر ایمان رکھنا چاہیے' بچوں کو بوجھ تصور کرنے کی بجائے ان کی عمدہ تربیت پر توجہ دینی چاہیے۔

بچے کو کس مقصد کے لئے جنم دینا چاہیے؟

بچے کی پیدائش کے متعلق نیت یہ رکھنی چاہیے کہ پیدا ہونے والا بچہ اللہ کی بندگی کرنے والا ہوگا۔ وہ اُمت محمدیہ میں اضافہ کا باعث بنے گا' اسلامی فوج میں ایک سپاہی کا اضافہ ہوگا اور ملک و قوم کو ایک بہترین شہری ملے گا۔

کہیں ایسا نہ ہو کہ جنسی خواہش کی تکمیل تو انسان حیوانات کی طرح کرتا رہے' جب اولاد ہو تو پریشان ہو جائے۔ ان کی تربیت میں چشم پوشی سے کام لے اور غفلت کا مظاہرہ کرے۔ اگر کوئی والدین ایسا کرتے ہیں تو پھر وہ دنیا میں ہی اس کا خمیازہ بھگتنے کے لئے تیار رہیں۔

صالح اور نیک افراد کی کثرت قوموں کے لئے باعث ترقی و شرف اور باعث برکت ہوتی ہے۔

مسلمان اور دیگر قوموں کی سوچ میں فرق:

اسلام کثرت افراد کا تقاضا کرتا ہے تاکہ جہاد و قتال میں افراد کام آسکیں اور غلبہ اسلام کا باعث بنیں۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں رزق کا تصور آفاقی ہے۔ اسلام روحانیت اور مادیت کا درمیانی راستہ اختیار کرتا ہے۔ ظاہری اور مادی وسائل کے ساتھ ساتھ وہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور توکل کی تعلیم دیتا ہے۔

وہ قومیں جو غیر مسلم ہیں' وہ صرف مادی نقطۂ نظر سے سوچتی اور اپنی خود ساختہ منصوبہ بندی پر انحصار کرتی ہیں جبکہ مسلمانوں کی معاش ہمیشہ غنیمتوں کے مال سے مضبوط ہوتی ہے جو صرف نیک افراد ہی سے ممکن ہے۔

منصوبہ بندی کے عورت پر منفی اثرات:

مانع حمل گولیاں' کیپسول اور انجکشن ابھی تک تمام کے تمام غیر صحت مند ثابت ہوئے ہیں اور ناقابل اعتماد بھی۔ مجھے اپنے کلینک پر کئی عورتوں نے بتایا ہے کہ وہ انتہائی صحت مند تھیں کہ اچانک ان کی صحت خراب ہونے لگی۔ میں نے وجہ پوچھی تو انہوں نے منصوبہ بندی کا آپریشن وجہ بتائی کہ جس کے بعد وہ طرح طرح کی مشکلات کا شکار ہیں۔ جو آدمی بلاعذر شرعی اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیز میں مداخلت کر کے خود خرابی کی کوشش کرتا ہے' وہ کیسے آرام پا سکتا ہے؟ دل کے امراض' شوگر' بلڈ پریشر' ڈپریشن' سانس پھولنا' جسمانی ساخت میں تبدیلی' ٹھنڈے پسینے' ناطاقتی اور دیگر کئی ایسی بیماریاں ہیں جن میں عورتیں بلاوجہ منصوبہ بندی کرنے کی وجہ سے گری ہوئی ہیں جبکہ آخرت کی پریشانی ابھی باقی ہے۔ ایسی عورتوں اور لوگوں کو فوراً اس کبیرہ گناہ سے توبہ کرنی چاہیے۔

بلاعذر شرعی بذریعہ آپریشن مستقل بنیاد پر نس بندی کروانا جس میں دوبارہ بچہ پیدا ہونے کی گنجائش ہی نہ رہے یا رحم ہی نکال دینا ناجائز ہے۔ بعض علماء ٹیوب کے استعمال کو بھی غلط قرار دیتے ہیں چونکہ اس سے بھی رحم کا منہ مکمل بند ہو جاتا ہے چنانچہ مختلف بہانے بنا کر ایسے غلط قدم سے باز اور رب کی سزا سے ہر وقت خائف رہنا چاہیے۔

باب نمبر 7

جدید دور کے متفرق مسائل

کیا ڈاکٹر فتویٰ دے سکتا ہے؟

ڈاکٹر علم الابدان اور صحت کے متعلقہ امور کا ماہر ہے۔ اسے اس حوالے سے مریض کی رہنمائی کرنا چاہئے۔ وہ امور جن کا تعلق دین و شریعت سے ہو' ان امور میں اسے کہنا چاہئے کہ یہ مسئلہ میں نے علماء سے پوچھا ہے اور اس کی وضاحت اور تصدیق میں نے کر لی ہے۔ اس سلسلے میں نئے امور کے متعلق اس کو علماء سے رہنمائی لیتے رہنا چاہئے۔ شرعی امور میں ڈاکٹر بذات خود فتویٰ جاری نہیں کر سکتا۔ مریض کو بھی متعلقہ معاملے کی وضاحت خود کسی عالم سے کر لینی چاہئے کیونکہ شرعی امور میں فتویٰ جاری کرنا ڈاکٹر کا نہیں علماء کا کام ہے۔ دینی امور میں علماء سے رہنمائی لینا باعث خیر و برکت ہے۔ اس میں کسی قسم کی شرم اور جھجک محسوس نہیں کرنی چاہئے۔ آج ہمارے ہاں یہ بہت غلط رواج ہے یا تو ہم دین کو بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں اور اس کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے یا پھر ہم خود فتویٰ دینا شروع کر دیتے ہیں۔ بغیر شرعی دلیل کے فتویٰ جاری کرنا بہت بڑی جہالت ہے جو ایک مومن کے شایان شان نہیں اور یہ روش تقویٰ کے بھی خلاف ہے۔

عورت کی کمزوری کے باعث رحم نکالنا:

کسی انتہائی مجبوری کی بناء پر ایسا کرنا جائز ہے کہ جب اس کے بغیر کوئی دوسرا حل ہی نظر نہ آئے' عام حالات میں یہ جائز نہیں جیسے آج کل ہمارے ہاں لوگ منصوبہ بندی کی غرض سے کرتے ہیں۔ بعض اوقات بچہ دانی پھٹ جاتی ہے یا مسلسل اسقاط حمل کی وجہ سے عورت کی جان کو خطرہ ہو تو ایسا

کیا جاسکتا ہے۔ دیگر علماء کی طرح موجودہ دور کے مفتی اعظم سعودی عرب فضیلۃ الشیخ عبد العزیز بن باز نے بھی اس کی تائید اور جواز میں فتویٰ صادر فرمایا ہے۔

کسی مجبوری کے بغیر یہ جائز نہیں کیونکہ دین میں تو کثرت اولاد کو پسند فرمایا گیا ہے بلکہ مطلوب و مقصود قرار دیا گیا ہے' نبیؐ نے فرمایا:

((تَزَوَّجُوْا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ فَإِنِّیْ مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ))[14]

"بہت محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی عورت سے شادی کرو اس لئے کہ میں قیامت کے دن دوسری اُمتوں کے مقابلے میں اپنی اُمت کی کثرت پر فخر کروں گا۔"

جسمانی نقص کی وجہ سے اسقاط حمل:

حمل قرار پانے کے بعد اگر ڈاکٹر کو کسی ذریعہ سے پتا چل جائے کہ بچہ جسمانی نقص والا یا بدصورت ہو سکتا ہے تو محض ان چیزوں پر اعتماد کرتے ہوئے حمل نہیں گرایا جاسکتا اور نہ یہ جائز ہی ہے۔ اس معاملے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا چاہئے کیونکہ ڈاکٹر حضرات بعض اوقات کئی قسم کے گمان ظاہر کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ انہیں غلط ثابت کر دیتا ہے اور بچہ بالکل صحیح سلامت پیدا ہوتا ہے۔ اگر ڈاکٹر کے تجربے کے مطابق بچہ ناقص اعضاء یا بدصورت بھی پیدا ہو جائے تو پھر بھی صبر و تحمل کرنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید کرنی چاہئے کیونکہ یہ سب کچھ کرنے والی اسی کی ذات ہے۔ ارشاد باری ہے:

(وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ)(البقرۃ:155)

"اور البتہ ہم تم کو ضرور آزمائیں گے خوف بھوک اور مالوں و جانوں کی کمی اور پھلوں کی کمی سے اور خوشخبری ہے صبر کرنے والوں کے لئے۔"

شیخ عبد العزیز ابن باز کا فتویٰ اسی پر ہے۔

مانع حمل ادویات کا استعمال:

انتہائی مجبوری اور شرعی عذر کی بناء پر جس کی وجہ سے عورت کی جان کو خطرہ ہو اس طرح کی ادویات کے استعمال کی علماء اجازت دیتے ہیں لیکن ابھی تک جتنی بھی ادویات اس سلسلہ میں مارکیٹ

---

14 ابوداؤد' کتاب النکاح' باب النہی عن تزویج من لم یلد من النساء۔

میں دستیاب ہیں' وہ تمام مضر صحت اثرات رکھتی ہیں۔ مسلسل استعمال کی وجہ سے جو عورت کی صحت خراب کر دیتی ہیں۔

صحابی بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ؐ کے عہد میں عزل کرتے تھے۔[15]

اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے علماء نے ایسی ادویات کے استعمال کی اجازت دی ہے لیکن نہ عزل ہی قابل اعتماد چیز تھی اور نہ یہ ادویات قابل اعتماد ہیں۔ مختلف انجکشن اور ادویات کے بعد بھی اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو پیدا ہونے والی روح پیدا ہو کر رہتی ہے۔ بہر حال یہ ایک احتیاطی تدبیر ہے جو صرف شرعی عذر کی بناء پر ہی قابل قبول ہے۔ آج کل کچھ ڈاکٹر حضرات پیشہ ورانہ طور پر یہ کام کرتے ہیں جو بالکل غلط ہے۔

رحم کھا کر ہلاک کرنا کیسا ہے؟

سوال: براہ کرم وضاحت فرمایئے کہ کیا اسلام میں رحم کھا کر ہلاک کرنا (مرسی کلنگ) جائز ہے؟ جو لوگ اس کی حمایت کرتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ جدید طبی ٹیکنالوجی کی وجہ سے کسی شخص کی مصنوعی طریقے سے زندگی بڑھانا ناممکن ہے۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ انسان کو وقار کے ساتھ مرنے کا حق ہونا چاہئے بجائے اس کے کہ وہ طویل بیماری کی وجہ سے ناقابل برداشت تکلیف کا شکار ہو۔

جواب: انسانی زندگی کو ختم کرنے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ صرف وہی یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ کسی انسان کی زندگی کا خاتمہ کب ہونا چاہئے۔ انسان کی موت کے سبب کا فیصلہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کے طریقہ کار میں لوگ مداخلت کرتے ہیں تو وہ قتل کے مرتکب ہوتے ہیں۔ یہ بات حیرت انگیز ہے کہ موت کو مرسی کلنگ یعنی "رحم کھا کر قتل کرنا" کہا جاتا ہے۔ گویا یہ بات تسلیم کر لی گئی کہ یہ قتل ہے۔ اسلام میں ہر طرح کا قتل منع ہے سوائے چند جرائم کے ارتکاب کی سزا کے طور پر قتل کے' اگر کسی شخص نے وہ مخصوص جرائم قتل' ارتداد اور زنا وغیرہ نہیں کئے تو اسے کسی بھی حالت میں قتل نہیں کیا جا سکتا۔ اگر کوئی شخص اس خواہش کا اظہار کرے کہ وہ مرنا چاہتا ہے اگرچہ اس کی خواہش طویل اور ناقابل علاج بیماری سے پریشانی کا نتیجہ ہو تو بھی اسے قتل نہیں کیا جا سکتا' اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ جو شخص موت کا فیصلہ صادر کرنے کی حیثیت میں آتا ہے تو در حقیقت وہ خود کو اللہ تعالیٰ کے

---

15 بخاری' کتاب النکاح' باب العزل: ۵۲۰۸۔ مسلم' کتاب النکاح' باب حکم العزل: ۱۴۴۰

برابر درجہ دینے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ فیصلہ کرنا کہ کوئی شخص کب موت کا شکار ہو گا یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار پر قبضہ کرنے کے مترادف ہے۔ اس سلسلے میں میٹھی زبان سے جو دلائل دیئے جاتے ہیں' ان میں وزن نہیں۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ جدید طبی ٹیکنالوجی کی وجہ سے مریض کی زندگی مصنوعی طور پر بڑھ جاتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ زندگی کی تعریف کیا ہے؟ اور مریض کو کس حالت پر زندہ رکھا گیا ہے۔ اگر مشینیں بند کر دی جائیں تو کیا اس کی زندگی ختم ہو جائے گی؟ اگر ایسا ہے تو یہ ایک خاص نوعیت کا معاملہ ہو گا یہاں یہ سوال پوچھا جا سکتا ہے کہ کیا معاون حیات مشین کے ساتھ زندہ رہنے والے مریض کے دماغ نے کام کرنا چھوڑ دیا ہے؟ اگر ایسا ہے تو تب اس مریض کی زندگی ختم ہو چکی ہے۔ خواہ اس کا دل کسی مشین کی صورت میں کام کر رہا ہو۔ یہاں زندگی کی تعریف اور کسی شخص کے جسم میں اس کی موجودگی پر بحث ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ڈاکٹر کو مریض کی زندگی بچانے کے لئے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔ معاون حیات مشینوں کا استعمال یقیناً سود مند ثابت ہوتا ہے بشرطیکہ ڈاکٹر کو مریض کی صحت کی بحالی کی توقع ہو اور امید ہو کہ سانس کی آمد و رفت کو بذریعہ مشین قائم رکھنے سے مریض کے علاج میں سہولت ہو گی۔ جب یہ ظاہر ہو جائے کہ مریض کے دماغ نے کام کرنا چھوڑ دیا ہے تو ایسے شخص کو زندہ نہیں کہا جا سکتا۔ مردہ شخص کو معاون حیات مشینوں پر زندہ رکھنا کوئی معانی نہیں رکھتا کیونکہ اس صورت میں صرف مریض کے دل کی دھڑکن قائم رہتی ہے اور مریض کی صحت کی بحالی کی کوئی امید نہیں ہوتی۔ در حقیقت مریض تو مر چکا ہوتا ہے لیکن فنی طور پر زندہ ہوتا ہے' جونہی معاون حیات مشین بند کی جاتی ہے مریض کو فطری موت آ جاتی ہے۔

اس سلسلے میں مجھے ایک واقعہ یاد آ گیا۔ ہمارے ایک دوست عرصہ دراز سے ریاض' سعودی عرب میں مقیم ہیں۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ ریاض کے ہسپتال میں ایک مریض ہے جو تقریباً عرصہ 12 سال سے بے ہوش ہے اور اسے مصنوعی طریقہ سے زندہ رکھا جا رہا ہے۔ مریض ریاض ہسپتال کی ایمرجنسی وارڈ میں طویل مدت سے داخل ہے تو لامحالہ ایسے مریض کے اگر مصنوعی آلات بند کر دیئے جائیں تو اللہ تعالیٰ خود فیصلہ کر دے گا۔ مریض کے وقار کے ساتھ مرنے کا حق یا مریض کو ناقابل برداشت تکلیف سے بچانے کا خیال ناقابل قبول ہے۔ اگر کوئی شخص بیمار ہو تو اس کے علاج معالجہ کی وجہ سے اس کے شخصی وقار میں کمی واقع نہیں ہو گی۔ اگر مریض اپنے جسم پر قابو نہیں رکھ سکتا تو ادویات اور طبی علاج کی مدد سے اس کی مدد کی جانی چاہیئے لیکن اس بنیاد پر اس کی زندگی ختم کر دینا غیر انسانی فعل ہو گا جس کی اسلام سختی سے مخالفت کرتا ہے اور ایسا کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دیتا چونکہ اسلام میں اگر کسی

مسلمان شخص کو بیماری یا مرض لاحق ہوتا ہے اور وہ اس پر صبر کرتا ہے تو یہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہے جس کے نتیجے میں وہ گناہوں سے پاک ہو کر اللہ تعالیٰ کی جناب میں جائے گا۔ اگر انسان بیماری سے تنگ آکر اپنی زندگی کا خاتمہ کرواتا ہے تو بظاہر تو یہ تکلیف سے نجات نظر آتی ہے لیکن اس کو کیا علم کہ مرنے کے بعد اس کا کن حالات سے واسطہ پڑنے والا ہے اور اخروی عذاب دنیاوی عذابوں سے کہیں سخت ہیں لہٰذا اگر انسان اسلامی تعلیمات پر اس نظر سے غور کرے تو ان شاء اللہ یہ چیز اس کے لئے تسلی کا باعث بنے گی اور تکلیف برداشت کرنے میں مدد فراہم کرے گی۔ توبہ و استغفار کا موقع فراہم ہو گا۔ ایسے معاملے میں موت کو راحت کہنے کا مطلب یہ ہے کہ لوگ اس مریض کے علاج معالجہ میں دلچسپی نہیں رکھتے۔ جدید معاشرے کے لئے یہ بات باعث عار ہے کہ ایسے مریضوں کے معاملے میں مرسی کلنگ کے حق میں دلیلیں دی جاتی ہیں۔ اس قسم کے قتل میں دراصل رحم کا کوئی عنصر نہیں ہوتا' اگر لوگ واقعتاً رحم سے کام لینا چاہتے ہیں تو انہیں ایسے مریضوں کی زیادہ سے زیادہ دیکھ بھال اور بہتر سے بہتر علاج کرنا چاہئے۔ اسی لئے اسلام میں تیمارداری کو بڑی اہمیت دی گئی ہے اور اس کا بڑا اجر بیان کیا گیا ہے۔

رسول اللہؐ نے فرمایا:

”جو شخص بیمار مریض کی صبح تیمارداری کے لئے جاتا ہے تو شام تک 70 ہزار فرشتے اس کے لئے رحمت و بخشش کی دعائیں کرتے ہیں اور اگر شام کو جاتا ہے تو ساری رات ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔“[16]

یہ تو تیماردار کا اجر ہے لیکن وہ شخص جو صبر و ثبات سے مستقل مریض کی دیکھ بھال کر رہا ہو' اس کا کیا اجر ہو گا۔ علاوہ ازیں بیشتر قسم کے درد موزوں طریقہ علاج سے دور کئے جا سکتے ہیں۔ جدید طبی تحقیق اور طریقوں کی بناء پر درد کی تکلیف یا شدت کو کم کرنا چاہئے اور جہاں درد میں کمی ممکن نہ ہو وہاں مریض کو یہ یاد دلانا چاہئے کہ وہ جو تکلیف برداشت کر رہا ہے' اللہ تعالیٰ اسے اس کا اجر عطا فرمائیں گے نہ کہ اس کی موت کے طریقے تلاش کرنے شروع کر دیئے جائیں۔ ایسے مریض کو صبح و شام دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ میں تجھ سے نکمی عمر سے پناہ مانگتا ہوں' رسول اللہؐ صبح شام یہ دعا کیا کرتے تھے۔ باقی یہ اللہ رب العزت کا طریقہ ہے کہ وہ کسی شخص پر اس کی استطاعت سے بڑھ کر تکلیف وارد نہیں کرتا۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

---

[16] ابوداود' کتاب الجنائز' باب فی فضل العیادۃ علی وضوء: ۳۰۹۸

((لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا)) (البقرۃ:286)

"اللہ تعالیٰ کسی بھی نفس کو اس کی طاقت اور برداشت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔"

بے ہوش مریض کی نماز کا حکم:

سوال: یہ تو واضح ہے کہ مریض آپریشن کے بعد بھی کچھ دیر تک بے ہوش رہتا ہے۔ ہوش میں آنے کے بعد کئی گھنٹے تکلیف محسوس کرتا ہے۔ نماز کا وقت ابھی نہیں ہوا' کیا وہ آپریشن سے پہلے قبل از وقت نماز ادا کر لے؟ یا نماز کو مؤخر کر دے اور ہوش میں آنے کے بعد جب نماز پڑھنے کی سکت ہو تو اس وقت نماز پڑھ لے' کیا ایک دن یا اس سے زائد تاخیر کرنا بھی ممکن ہے؟

جواب: ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ وہ معاملہ کا بغور جائزہ لے' اگر آپریشن کو مؤخر کرنا ممکن ہو تو وہ مؤخر کرے حتیٰ کہ نماز کا وقت ہو جائے مثلاً ظہر کا وقت ہو جائے تو مریض ظہر اور عصر اکٹھی پڑھ لے' سورج غروب ہو جائے تو مغرب اور عشاء اکٹھی پڑھ لے۔ آپریشن اگر صبح کے وقت ہو تو مریض معذور اور مجبور ہے۔ ہوش آنے کے بعد اور یادداشت بحال ہونے پر وہ اپنی رہی ہوئی نمازوں کی ترتیب سے قضاء دے گا خواہ اس کی ایک یا دو دن کی نمازیں اکٹھی ہو جائیں اس پر کوئی کفارہ یا گناہ نہیں۔ یہی سوئے ہوئے شخص کے حکم میں ہے۔ نبی کریمﷺ کا فرمان ہے:

((مَنْ نَسِيَ صَلَاةً أَوْ نَامَ عَنْهَا، فَكَفَّارَتُهَا أَنْ يُصَلِّيَهَا إِذَا ذَكَرَهَا))[17]

"جو شخص نماز سے سو جائے یا بھول جائے تو وہ یاد آنے پر پڑھ لے۔"

اس کمی کی تلافی کا طریقہ یہی ہے۔ لمبی بے ہوشی جب بیماری کی وجہ سے ہو یا علاج کے نتیجہ میں تو اس کا حکم نیند والا ہے۔ اگر تین دن سے زیادہ وقت گزر جائے تو اس کے ذمہ کوئی قضاء دینا نہیں وہ پاگل کے حکم میں ہو گا۔ وہ عقل صحیح ہونے پر نئے سرے سے نماز پڑھنی شروع کرے گا۔ نبیﷺ کا فرمان ہے:

((رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ، وَعَنِ الْمُبْتَلٰى حَتّٰى يَبْرَأَ، وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يَكْبُرَ))[18]

"تین آدمیوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے' ان کا مواخذہ نہ ہو گا: سویا ہوا' یہاں تک کہ بیدار ہو جائے۔ دیوانہ' یہاں تک کہ ہوش میں آ جائے اور بچہ یہاں تک کہ بالغ ہو جائے۔"

---

17 مسلم' کتاب المساجد' باب قضاء الصلاۃ الفائتۃ ــــــــ الخ: ٦٨٣

18 ابوداود' کتاب الحدود' باب فی المجنون یسرق او یصیب حدا: ٤٣٩٨

پلستر لگے ہاتھ پر تیمم:

سوال: اگر ایک یا دونوں ہاتھوں پر پلستر لگا ہو یا اس پر زخم ہو اور پانی سے نقصان کا اندیشہ ہو تو تیمم کیسے ہو گا؟ اور کیا تیمم کے لئے چہرہ کی حد بندی وضو جتنی ہی ہے؟

جواب: ہاں! تیمم کے لئے چہرہ کی حد بندی وضو کی طرح ہی ہے' آدمی پیشانی سے ڈاڑھی تک کان سے دوسرے کان تک مٹی پہ مارے ہوئے ہاتھ چہرے پر پھیرے گا اور ہاتھوں کے اندر اور باہر والی اطراف کو ہتھیلی کے جوڑ سے انگلیوں کے کونے تک ایسا کرے گا' اگر دونوں ہاتھوں پر پلستر یا زخم ہوں تو ان کے اوپر سے مٹی کے ساتھ چھو لینا کافی ہے۔ اگر ایک ہاتھ درست اور دوسرے پر پلستر یا زخم ہو تو صحیح ہاتھ کو دھویا اور پٹی یا زخم والے ہاتھ پر مسح کیا جائے گا' اگر پانی نقصان دیتا ہو یا موجود نہ ہو تو تیمم کافی ہو جائے گا۔[19]

مخلوط جگہ پر عورت کی نرسنگ:

سوال: کیا مرد کے لئے مرد میسر ہونے کے باوجود عورت نرسنگ کا کام کر سکتی ہے؟

جواب: ہسپتالوں کے لئے ضروری ہے کہ مردوں کے لئے مرد اور عورتوں کے لئے عورتیں نرسنگ کی ڈیوٹی ادا کریں جیسا کہ مردوں کے لئے مرد ڈاکٹر اور عورتوں کے لئے لیڈی ڈاکٹر ہونی چاہئیں۔ انتہائی مجبوری کی شکل میں جب بیماری صرف عورت کے علم میں ہو تو وہ مرد کا علاج کر سکتی ہے۔ نرسنگ اور علاج کرنے میں مرد مرد کے لئے اور عورت عورت کے لئے اس لئے ضروری ہے کہ فتنہ کا دروازہ بند ہو اور مخالف جنس سے خلوت اختیار کرنے کی نوبت نہ آئے کیونکہ یہ حرام ہے۔ (ابن باز رحمۃ اللہ)

پیشاب کی تھیلی اور نماز:

سوال: وہ مریض جس کے ساتھ پیشاب کی تھیلی لگائی گئی ہے' وہ وضو کیسے کرے اور نماز کیسے ادا کرے؟

جواب: وہ اسی حالت میں نماز پڑھ لے گا جیسے وہ شخص جس کے مسلسل پیشاب کے قطرے گرتے ہوں یا استحاضہ والی عورت (وہ عورت جس کو ماہواری کے علاوہ خون آتا ہو) نماز پڑھتی ہے۔ نماز کا وقت آنے پر اگر طاقت ہو تو وضو کرے ورنہ تیمم کے ساتھ نماز پڑھے۔ وقت کے اندر

---

19 شیخ ابن باز نور ہسپتال مکہ مکرمہ۔

اندر نماز پڑھنے کے دوران خواہ تھیلی میں پیشاب بھی گرتا رہے تو کوئی حرج نہیں۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

(فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ) (سورۃ التغابن: 16)

"طاقت کے مطابق اللہ سے ڈرو۔"

سلسل البول والا شخص استحاضہ والی عورت یا جس کا وضو مسلسل ہوا کے خارج ہوتے رہنے سے ٹوٹتا رہتا ہے' یہ ایک وقت میں فرض اور نوافل جتنے چاہیں ادا کر سکتے ہیں اس کی دلیل استحاضہ والی عورت کے لئے آپ کا یہ فرمان ہے:

((تَوَضِّئِي لِكُلِّ صَلٰوةٍ)) (بخاری)[20]

"تو ہر نماز کے لئے وضو کر۔"

مذکورہ افراد مصحف سے قرآن مجید کی تلاوت کر سکتے ہیں' بیت اللہ کا طواف کر سکتے ہیں تاہم ایک نماز کا وقت گزر جانے پر نئی نماز کے لئے نیا وضو کریں گے۔

پیدائش سے پہلے بچی یا بچے کے متعلق جان لینا:

سوال: آج کل لوگ جدید مشین کی مدد سے بچی یا بچے کی پیدائش سے قبل ہی معلوم کر لیتے ہیں کہ پیدا ہونے والا بچہ ہے یا بچی؟ تو کیا یہ بات اس حدیث مبارکہ کے خلاف نہیں جس میں رسول اللہؐ نے فرمایا کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں جن کا علم سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو بھی نہیں؟ ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ کوئی نہیں جانتا کہ رحم مادر میں کیا ہے' بچی یا بچہ؟ دوسری یہ کہ بارش کب ہو گی؟ براہ کرم اس کی وضاحت فرمائیں؟

جواب: قبل از پیدائش بذریعہ مشین معلوم کر لینا کہ رحم مادر میں کیا ہے؟ دوسرا محکمہ موسمیات کی بارش کے متعلق قبل از وقت پیشین گوئی ان دونوں باتوں اور حدیث رسول اللہؐ میں کوئی ٹکراؤ اور تضاد نہیں ہے۔ حدیث میں جن باتوں کے بارے میں علم کی نفی کی گئی ہے' یہ بالکل درست ہے۔ سچی بات یہی ہے کہ ان باتوں کا مکمل اور درست علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ بذریعہ جدید آلات جو معلومات فراہم ہوتی ہیں وہ حتمی نہیں ہوتیں۔ وہ محض ایک اندازہ ہوتا ہے جو صحیح بھی ہو سکتا ہے اور غلط بھی۔ ان مشینوں کے رزلٹ کا سو فیصد درست ہونا یہ بالکل غلط ہے

---

20 بخاری

اور نہ ہی کوئی اس کا دعویٰ کرتا ہے۔ پاکستان میں ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر موسم کے متعلق کہا جاتا ہے آئندہ چوبیس گھنٹوں میں فلاں فلاں علاقے میں بارش ہونے کا "امکان" ہے۔ ان کی یہ بات بعض دفعہ صحیح ثابت ہو جاتی ہے اور بعض اوقات غلط بھی نکلتی ہے باوجود اعلان کے بارش نہیں ہوتی اس طرح الٹرا ساؤنڈ کا معاملہ ہے اس کی اطلاع بھی بعض دفعہ صحیح اور بعض دفعہ غلط ثابت ہوتی ہے۔ میں نے اس کے متعلق تحقیق کی ہے' میرے کلینک میں ایک صاحب اپنا بیمار بچہ چیک کروانے لائے۔ بچہ کسی موذی مرض میں مبتلا تھا۔ میں نے مرض کی تشخیص کی غرض سے پوچھا کہ جب یہ بچہ پیدا ہونے والا تھا تو اس کی ماں کی کیا صورت حال تھی' آیا وہ نارمل تھی یا ابنارمل؟ کہنے لگے کہ وہ ابنارمل تھی' میں نے ان کو مختلف ڈاکٹروں سے چیک کروایا تھا اور اس بچی کی پیدائش سے قبل ڈاکٹروں کے کہنے پر الٹرا ساؤنڈ بھی کروایا تھا تاکہ ہمیں پتا چلے کہ بچی ہے یا بچہ؟ تو الٹرا ساؤنڈ کے مطابق یہ بچہ تھا لیکن پیدائش کے بعد پتا چلا بچی ہے۔ ایک دوسرے دوست جو پولیس آفیسر ہیں' ان کی بیگم صاحبہ بیمار تھیں' ہم دونوں ان کو ہسپتال لے گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے جاتے ہی الٹرا ساؤنڈ کا کہا۔ ہم نے ان کا الٹرا ساؤنڈ کروایا' الٹرا ساؤنڈ والوں نے رپورٹ دی کہ اس کے پیٹ میں دو جڑواں بچے ہیں اور وہ مر کر پھول چکے ہیں۔ جو بڑے آپریشن ہی سے نکالے جا سکتے ہیں۔ ہم دونوں نے مشورہ کیا کہ یہ ہسپتال اتنا معیاری نہیں اور کیس سنجیدہ ہے' بعد میں زیادہ پریشانی ہو گی قبل از آپریشن ہی ان کو کسی بڑے ہسپتال منتقل کر لینا چاہئے۔ ہم نے ان سے اجازت لی اور مریضہ کو ایک بڑے ہسپتال منتقل کر دیا۔ انہوں نے بھی جاتے ہی الٹرا ساؤنڈ رپورٹ دی تو وہ پہلی رپورٹ سے بالکل مختلف تھی۔ بہرحال جب آپریشن ہوا تو ان میں سے کوئی بھی رپورٹ درست نہ نکلی۔ ایسے کئی واقعات ہیں جن میں اس جدید مشینری کے رزلٹ بالکل غلط ہوتے ہیں۔ بعض دفعہ درست بھی ہوتے ہیں۔ مطلب یہ کہ ان مشینوں اور آلات کی فراہم کردہ معلومات سو فیصد درست نہیں ہوتیں اس کی بجائے ماں کا اندازہ درست ہوتا ہے۔ مسلسل بچے جننے کی وجہ سے ان کو یہ تجربہ ہو جاتا ہے کہ اس دفعہ ہمیں اللہ تعالیٰ بچہ عطا کرے گا یا بچی؟ بعض دفعہ ان کا اندازہ غلط بھی ثابت ہوتا ہے' اسی طرح جو پرانے بزرگ ہیں وہ موسم کی گھٹن اور شدت دیکھ کر اندازہ لگا لیتے ہیں کہ اب بارش ہو گی اور وہ واقعتاً ہو بھی جاتی ہے اور بعض اوقات نہیں بھی ہوتی۔ یہی معاملہ ان جدید سائنسی آلات کا ہے۔ الٹرا ساؤنڈ کرتے وقت جب رحم مادر میں بچے کی پوزیشن ذرا واضح تھی تو پتا چل گیا اور اگر غیر واضح تھی تو پتا نہ چل سکا۔ اسی طرح ان آلات کی مدد سے جب پتا چلا کہ فلاں سمندری

علاقے میں آنے والی ہوائیں جو فلاں علاقے کی طرف آ رہی ہیں' اپنے ساتھ سمندروں سے آبی بخارات اٹھائے ہوئے ہوتی ہیں تو موسمیات کا علم رکھنے والے اندازہ لگا لیتے ہیں کہ یہ ہوائیں کتنی رفتار سے چل رہی ہیں؟ ہمارے علاقے میں کتنے دنوں میں پہنچ جائیں گی اور بارش کا باعث بنیں گی یا نہیں؟ لہٰذا وہ ان معلومات کی بناء پر قبل از وقت موسم کے متعلق خبر دار کر دیتے ہیں۔ بعض اوقات وہ ہوائیں متعلقہ علاقے تک پہنچ جاتی ہیں اور بعض اوقات نہیں پہنچ پاتیں۔ بعض اوقات کسی اگلے علاقے میں نکل جاتی ہیں اور جہاں اور جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے' وہاں بارش ہو جاتی ہے۔ موسمیات اور بارش کے متعلق یہ ٹیکنالوجی بھی قرآن ہی کی فراہم کردہ ہے جو قرآنی صداقت کا بہت بڑا اعجاز ہے۔

آپریشن یا علاج کے دوران مریض کا مر جانا؟

سوال: آپریشن یا علاج کے دوران مریض کے مر جانے میں کیا ڈاکٹر کو ذمہ دار ٹھہرایا جائے گا؟

جواب: سرجری' آپریشن اور انسانی علاج معالجہ انتہائی اہم کام ہے جو انتہائی توجہ کا متقاضی ہے۔ اس سارے عمل میں ڈاکٹر کو پوری توجہ سے کام کرنا چاہئے اور کسی لمحے بھی سستی نہیں کرنی چاہئے اور نہ کسی قسم کا لالچ اور طمع ہی کرنا چاہئے جو کسی انسان کی موت کا باعث بنے۔

ہمارے ہاں حکومتی سطح پر یہ قانون موجود ہے کہ سرجری سے قبل مریض کے لواحقین سے رضامندی حاصل کر لی جائے کہ دوران سرجری یا بعد از سرجری اگر مریض کو کچھ ہو جاتا ہے تو ڈاکٹر اس کا ذمہ دار نہیں۔ مریض کے لواحقین بھی دستخط کر دیتے ہیں۔ چلو یہ تو معاملہ ہے ایک قانونی اور ملکی تحفظ کا لیکن اس سے ڈاکٹر صاحب کو یہ اختیار نہیں دے دیا گیا کہ اب وہ مریض کو سٹریچر پر لٹا کر کسی بھی قسم کی سستی یا کوتاہی کا ارتکاب کرے۔ اگر ڈاکٹر کی سستی یا کوتاہی کی وجہ سے کسی شخص کی موت واقع ہو جاتی ہے تو ٹھیک ہے قانون تو اس کو تحفظ فراہم کرے گا لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسا شخص مجرم ہے جس کی غلطی سے مریض ہلاک ہوا ہے۔ ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنی چاہئے اور معافی مانگنی چاہئے۔ ایسی خبریں اکثر اخبارات میں چھپتی رہتی ہیں کہ ڈاکٹر اور ہسپتالوں کے عملے کی کوتاہی کی وجہ سے کئی افراد کی اموات واقع ہو گئیں۔ حکمت اور فن علاج عطیہ الٰہی ہے' معالج کو انسانی خدمت کے جذبے سے سرشار ہونا چاہئے جیسے پھل دار ٹہنی پھل کی وجہ سے جھک جاتی ہے' ڈاکٹر کو بھی اللہ تعالیٰ کے اس انعام پر جھک جانا چاہئے اور اجر و ثواب کی نیت سے دکھی انسانیت کی خدمت کرنی چاہئے۔ حکمت اور طب کا پیشہ ایسے لوگوں کو اپنانا چاہئے جن کو حکومت وقت اجازت فراہم کرتی ہے اور وہ اس میدان کے تعلیمی

تقاضے پورے کرتے ہیں۔ اگر کسی غیر تعلیم یافتہ انسان سے دوران علاج کسی کی موت واقع ہو جاتی ہے تو ایسا شخص قتل کا مرتکب ہو گا اور یہ قتل خطا تصور ہو گا جس کی دیت قاتل کے ذمہ ہو گی۔ اگر ورثاء معاف کر دیتے ہیں تو یہ ان کی طرف سے اس پر احسان ہو گا۔ محکمہ صحت کے ذمہ داران اور حکومت وقت کی یہ ذمہ داری ہے کہ ایسا کیس سامنے آنے پر تحقیق کروائی جائے۔ ڈاکٹر کو کوتاہی کے مطابق اس کو سزا دی جائے اور ہسپتالوں کے اندر پائی جانے والی بے ضابطگیوں کا ازالہ کر کے پریشان حال لوگوں کے لئے آسانی پیدا کی جائے۔

نشے کے اثرات رکھنے والی ادویات کا حکم؟

سوال: ایسی ادویات جو منشیاتی اثرات رکھتی ہیں ان کا کیا حکم ہے؟

جواب: تمام مروجہ طریقہ ہائے علاج ایلوپیتھی' ہومیوپیتھی اور یونانی میں استعمال ہونے والی ادویات مختلف اجزاء سے مل کر تیار ہوتی ہیں جن میں جڑی بوٹیاں' معدنیات' نوسوڈز' انسانی اور حیوانی اجسام سے نکلنے والے مختلف مواد اور رطوبتیں سارکوڈز انسانی اور حیوانی اجسام کے مختلف بیمار حصے اور مواد اور دیگر مختلف چیزیں شامل ہوتی ہیں جن کو مختلف کیمیکل کے مراحل اور تبدیلیوں سے گزار کر ادویاتی معیار پر لایا جاتا ہے جو صحت انسانی کا باعث بنتی ہیں اور بعض ادویات کو صرف بے ہوشی اور غنودگی پیدا کرنے کے لئے تیار کیا جاتا ہے جو دوران سرجری یا شدت مرض کے وقت مریض کو سلانے کی غرض سے استعمال ہوتی ہیں۔ ان کے اثرات میں ضرورت کے مطابق کمی بیشی خود پیدا کی جاتی ہے۔ اس کے لئے اجزاء کی کمی بیشی یا خوراک کی مقدار میں کمی بیشی کی جاتی ہے۔ یہ ایک خاص مقصد کے لئے تیار کی جاتی ہیں لہٰذا ان ادویات کو انہی مقاصد کے لئے استعمال کرنا چاہئے' ان کا ناجائز استعمال ہرگز درست نہیں بلکہ یہ جان لیوا بھی ہو سکتا ہے۔ جو لوگ شراب اور افیون شارٹ ہونے کی صورت میں ایسی ادویات کا سہارا لیتے ہیں' وہ جلد مر جاتے ہیں یا خطرناک امراض کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ان کو دن بدن ان کی مقدار خوراک بڑھانا پڑتی ہے جس کی وجہ سے ایک سٹیج پر بڑی سے بڑی مقدار بھی بے اثر ثابت ہوتی ہے اور جسم کو پوری مقدار نہ ملنے کی وجہ سے ایسا شخص دیوانہ ہو جاتا ہے یا مر جاتا ہے۔ رسول اللہﷺ نے فرمایا:

((کُلُّ مُسْکِرٍ حَرَامٌ))[21]

"ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔"

نشہ کے لئے ادویات کا استعمال بھی دیگر منشیات کی طرح ناجائز ہے 'ایسے لوگ جو پریشانیوں کا شکار رہتے ہیں' وہ ذہنی سکون کی خاطر ان ادویات کو بلا سوچے سمجھے استعمال کرتے ہیں حالانکہ استغفار اور ذکر الٰہی کا سہارا لینا چاہئے 'قرآن حکیم میں ارشاد باری ہے:

(اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ)(الرعد:28)

"خبردار! دلوں کا سکون اللہ تعالیٰ کے ذکر میں ہے۔"

ان لوگوں کو جب بھی کوئی پریشانی لاحق ہوتی ہے تو یقیناً ان سے کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے جس کے باعث یہ پریشانی آتی ہے لہٰذا توبہ وذکر اس کا حل ہے تاکہ نشہ اور منشیات سے زندگی برباد ہونے سے بچ جائے۔

مرد ڈاکٹروں سے وضع حمل کروانا:

سوال: جدید سہولیات نے انسانی رہن سہن اور معاشرتی ماحول کو بھی بہت متاثر کیا ہے۔زچگی کا عمل تو ہر دور میں خواتین کے لئے مشکل رہا ہے لیکن فی زمانہ کام کاج نہ کرنے 'فارغ رہنے اور پُرسکون زندگی گزارنے کی وجہ سے یہ عمل پہلے سے کہیں زیادہ مشکل اور پیچیدہ ہوگیا ہے۔ آج کل ہر تیسری چوتھی عورت کا وضع حمل گھر کی بجائے ہسپتال میں انجام دیا جارہا ہے۔ اس طرف رجحان دن بدن بڑھتا جارہا ہے۔ادھر ہمارے ہسپتالوں کی یہ صورت حال ہے کہ اکثر ہسپتالوں میں لیڈی ڈاکٹر موجود نہیں 'اگر ہیں بھی تو وہ سرجری سے لاتعلق ہیں۔چند ہسپتالوں کے سوا زیادہ تر یہ کام مرد ڈاکٹر ہی کو سرانجام دینا پڑتا ہے جس کی وجہ سے لوگ اکثر اس معاملے میں پریشان ہیں 'اس کی شرعی نقطۂ نظر سے وضاحت فرمادیں؟

جواب: عام حالات میں ایک مسلمان خاتون کو خاتون ڈاکٹر یا دایہ سے زچگی کروانی چاہئے۔ایک خاتون کے جسم کے جن حصوں پر کوئی نظر نہیں ڈال سکتا 'ان کو کسی مرد ڈاکٹر کے سامنے نہیں کھولا جاسکتا تاہم ایسی صورتحال پیدا ہو سکتی ہے کہ کسی خاتون کو زچگی کے پوشیدہ کیس کی وجہ سے ماہر ڈاکٹر سے زچگی کروانے کا مشورہ دیا جائے اگر کوئی ماہر اور تجربہ کار خاتون ڈاکٹر دستیاب نہ ہو اور

---

[21] بخاری 'کتاب الاحکام 'باب امر الولی اذا وجه امیر بن الی ان یتطاوعا ولا یتعاصیا: ۷۱۷۲

مطلوبہ قابلیت کا صرف مرد ڈاکٹر ہی دستیاب ہو تو ایسی صورت میں مرد ڈاکٹر سے زچگی کروانا جائز ہو گا لیکن یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ یہ اجازت مخصوص حالات کے لئے ہے۔ اس قسم کے ہنگامی حالات میں اجازت انفرادی مریض کے لئے دی جاتی ہے سب کو نہیں اور وہ کیس کی نوعیت اور اس میں درپیش خطرات کو دیکھ کر ہی فیصلہ کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر زندگی بچانے کے لئے حرام گوشت کی اجازت دی گئی ہے لیکن یہ گوشت صرف اتنی مقدار میں استعمال کرنا جائز ہے جس سے جان بچائی جا سکے۔

اصول یہ ہے کہ اگر زچگی کا عمل کوئی خاتون اطمینان بخش طریقے سے سرانجام دلوا سکتی ہے تو اس کے لئے کسی مرد کو تلاش کرنا جائز نہیں۔

حکومت وقت کو چاہئے کہ خواتین ڈاکٹروں کی تیاری پر توجہ دے' خود خواتین ڈاکٹروں کو بھی اس میں دلچسپی لینی چاہئے اور اس شعبہ میں فعال کردار ادا کرنا چاہئے تاکہ آنے والے وقت میں اس مسئلے پر قابو پایا جا سکے۔

ایام کو مؤخر کرنے کیلئے دواؤں کا استعمال:

سوال: بعض خواتین رمضان المبارک اور حج کے دنوں میں اپنے ایام مؤخر کرنے کی غرض سے دواؤں کا استعمال کرتی ہیں۔ بعض لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں' یہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں مداخلت ہے چنانچہ بہت سی خواتین اس طرح کا عمل کرتے ہوئے احساس گناہ میں مبتلا رہتی ہیں۔ مہربانی فرما کر اس کی وضاحت کریں؟

جواب: بعض خواتین کے ساتھ یہ صورت حال ہو سکتی ہے کہ حج کے دنوں میں ایام آ جانے کی وجہ سے وہ چند دن تک نمازیں ادا نہ کر سکیں۔ اس موقع پر ان کے احساسات قابل فہم ہیں۔ ایام کی حالت میں خواتین کو نماز کی ادائیگی سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے تاہم ایام کی حالت میں خواتین حج کے بہت سے ارکان ادا کر سکتی ہیں' ذکر الٰہی بھی کر سکتی ہیں۔ بہر حال اگر کوئی خاتون حج کے تمام مناسک وقت پر ادا کرنے کی غرض سے اپنے ایام مؤخر کرنے کے لئے دواؤں کا استعمال کرتی ہے تو وہ اسلام کے اصولوں کی خلاف ورزی نہیں کرتی۔ جو خواتین ایام کی حالت میں رمضان المبارک کے روزے نہیں رکھ سکتیں' انہیں روزے بعد میں رکھنے ہوتے ہیں اور ان کا اجر بھی اتنا ہی ہوتا ہے جتنا رمضان المبارک کے روزے رکھنے کا اجر ملتا ہے۔ اگر کوئی خاتون اپنے ایام کو مؤخر کرنے کے لئے کچھ دوائیں اور گولیاں استعمال کرے گی تو وہ غلطی پر نہ ہو گی۔

یہ کہنا درست نہیں کہ وہ اس طرح اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں مداخلت کر رہی ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا حصہ ہے کہ جب بعض اجزاء مخصوص مقدار میں کسی خاتون کے جسم میں پہنچتے ہیں تو وہ اس کے ایام کو مؤخر کر دیتے ہیں چنانچہ جب کوئی خاتون اس قسم کی کوشش کرتی ہے تو جائز مقصد کی خاطر اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو استعمال کر رہی ہوتی ہے۔

جو لوگ اس عمل کو اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں مداخلت قرار دیتے ہیں' وہ ذرات کو کیا کہیں گے جس میں کئی پودوں' درختوں یا بیج کو ملا کر نئی قسم کا پودا تیار کیا جاتا ہے تا کہ بہتر قسم کا پھل حاصل کیا جا سکے۔ یہ محض قوانین فطرت کو اچھے مقصد کی خاطر استعمال کرنے کی کوشش ہے۔

کیا مجبوری کی صورت میں اسقاط حمل کی اجازت ہے؟

سوال: ایک عالم نے اپنے خطبے میں کہا کہ اگر کسی وجہ سے ایام حمل میں بچہ کی وجہ سے ماں کی زندگی کو خطرہ لاحق ہو تو اسقاط کی اجازت ہے لیکن یہ اسقاط استقرار حمل کے بعد بارہ ہفتوں کے اندر ہو سکتا ہے' بارہ ہفتوں کے بعد اسقاط کی اجازت نہیں خواہ اس کی وجہ سے ماں کی زندگی خطرے میں ہی ہو۔ اس ہدایت کی حکمت یہ بتائی گئی ہے کہ رحم مادر میں استقرار حمل کے بارہ ہفتوں بعد بچہ میں روح پیدا ہو جاتی ہے اس مدت کے بعد اسقاط کا مقصد یہ ہے کہ دو ذی روحوں میں سے کسی ایک کو باقی رکھا جائے۔ یہ انتخاب انسان کے نہیں صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار و قدرت میں ہے کہ وہ جس کو چاہے باقی رکھے ماں کو یا بچے کو! ازراہ کرم اپنی رائے سے آگاہ فرمائیں؟

جواب: یہ بات درست ہے کہ ایک حدیث میں ہمیں بتایا گیا ہے کہ استقرار حمل کے چار ماہ بعد روح پھونکی جاتی ہے۔ یہ بات بھی درست ہے کہ علماء کی اکثریت کو اس دوران اسقاط حمل پر کوئی اعتراض نہیں لیکن زیادہ قابل توجہ بات یہ ہے کہ اسلام اسقاط حمل کو پسند نہیں کرتا سوائے اس [illegible] یہ طبی امور کی بناء پر ناگزیر ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم روح کی اصل سے ناواقف ہیں کسی [illegible] معلوم کہ روح کیا ہے؟ جب کفار نے اللہ تعالیٰ کے رسولؐ سے روح کی حقیقت کے بارے میں دریافت کیا تو اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی کہ انہیں کہہ دیجئے کہ روح کی اصل سے صرف اللہ تعالیٰ ہی واقف ہے۔

استقرار حمل کے بعد اول دن ہی سے رحم مادر میں ایک اور زندگی وجود میں آجاتی ہے خواہ وہ کسی بھی درجہ کی ہو' اس زندگی کی حفاظت کرنی چاہئے۔ آپ نے جن عالم کا حوالہ دیا ہے' انہوں نے اس

بات میں یہ فرق بتایا ہے کہ ابتدائی ہفتوں کے دوران رحم مادر میں موجود حمل زندہ نہیں ہوتا' یہ بات قابل مباحثہ ہے۔ ابتدائی ہفتوں میں تخم پروان چڑھ کے ایک خاص شکل وصورت اختیار کرتا ہے۔ اس کے باوجود کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس وقت حمل میں زندگی نہیں ہے؟ اگر حمل زندہ ہوتا ہے تو اس صورت میں ہم کس طرح یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ماں کی زندگی بچانے کے لئے اسقاط کر دیا جائے؟ یہی بات اس عالم نے کہی ہے جن کا آپ نے حوالہ دیا ہے کہ دو زندگیوں میں سے ایک کو باقی رکھنے کا فیصلہ ہم نہیں کر سکتے۔ میرے خیال میں ان کی دلیل زیادہ وزنی ہے کیونکہ رحم مادر میں زندگی موجود ہوتی ہے اور اس کے شواہد ملتے ہیں۔ علماء اس بات پر متفق ہیں کہ اگر بچہ کی وجہ سے ماں کی زندگی کو خطرہ لاحق ہو اور یہ خطرہ اسقاط حمل کے بعد دور ہو سکتا ہو تو اسقاط کروالینا چاہئے۔ اس طریقے سے ایک امکانی زندگی (بچہ) کے عوض ایک یقینی زندگی (ماں) کو بچایا جاسکتا ہے۔

یہ انتخاب ہمارے لئے کر دیا گیا ہے' ہمیں فیصلہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ اسلامی قوانین کا بنیادی فائدہ یہ ہے کہ اس اصل کو ترجیح دی جائے جس سے شاخیں نکلتی ہوں بالکل اس طرح ایک درخت کے تنے کو مضبوط بنانے کے لئے اس کی شاخیں کاٹی جاسکتی ہیں۔ جب ہم ماں کی زندگی بچاتے ہیں تو اس میں پسند اور انتخاب کا سوال پیدا نہیں ہوتا ہم محض اسلامی ہدایت پر عمل کر رہے ہوتے ہیں۔ طبی نقطۂ نظر سے اسقاط جس قدر جلد عمل میں آئے' ماں کے لئے اتنے ہی کم خطرے کا باعث ہوتا ہے اس لئے جب یہ بات یقینی طور پر طے پا جائے کہ ماں کی زندگی بچانے کے لئے اسقاط ضروری ہے تو جس قدر جلد ممکن ہو اسقاط کرالینا چاہئے۔ اس معاملے میں طبی نقطۂ نظر اور اسلامی نقطۂ نظر میں کوئی اختلاف نہیں۔ بالعموم ایسے معاملے کے بارے میں پیشگی علم ہو جاتا ہے اور جب یہ بات معلوم ہو جائے کہ ماں کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہے جس کی وجہ سے زچگی اس کی زندگی کے لئے خطرناک ہوگی تو حمل قائم اور جاری رکھنا غلط ہوگا۔ ڈاکٹروں کی بہر حال یہ کوشش ہوتی ہے کہ ماں کے ساتھ ساتھ اگر بچے کے بچنے کے امکانات ہیں تو اسے بھی بچا لیا جائے اس صورت میں اگر ڈاکٹر مناسب سمجھیں تو وہ اسقاط کو کچھ عرصہ کے لئے ملتوی کر سکتے ہیں بشرطیکہ اس سے ماں کی زندگی خطرے میں نہ پڑے۔[22]

اسقاط حمل کی سزا:

---

22 اسلامی طرز فکر: ۳۸۴

سوال: اسلام میں اسقاط حمل کی کیا سزا ہے؟ جس عورت نے اسقاط کا عمل انجام دیا ہو اسے اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرنے کے لئے کیا کرنا چاہئے؟

جواب: اسلام میں اسقاط حمل کی ممانعت ہے لیکن جس عورت یا مرد نے اسقاط کیا ہو یا حاملہ نے اگر خود اسقاط کیا ہو تو اس کے لئے کوئی خاص سزا مقرر نہیں۔ جج ملک کے قانون کے مطابق جو سزا چاہے تجویز کر سکتا ہے۔ اگر یہ سزا نہیں دی گئی تو متعلقہ فرد (مرد یا عورت) اللہ تعالیٰ کے سامنے اس فعل کے لئے جوابدہ ہو گا۔ اگر عورت نے اسقاط کیا ہے اور وہ اپنے فعل پر نادم ہے تو اسے خلوص دل سے اپنے اس فعل کی معافی طلب کرنا چاہئے' آئندہ اس کام سے اجتناب کرنا چاہئے۔[23]

غیر مسلم ڈاکٹر سے خواتین کا علاج:

سوال: جو مسلمان خواتین مسلم اور غیر مسلم' ماہرین امراض نسواں سے علاج کراتی ہیں ان کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ نیز ایسے لوگوں کے بارے میں بھی اپنی رائے سے آگاہ کیجئے جو قابل اور تعلیم یافتہ خواتین ڈاکٹروں کی موجودگی میں مرد معالج کو ترجیح دیتے ہیں اور ان سے علاج کروانا پسند کرتے ہیں؟

جواب: جب اسلامی احکامات کی وضاحت کا معاملہ ہو تو لفظوں کو چبا کر بین السطور بات کہنے کی بجائے ہمیں بالکل صاف اور کھلے الفاظ میں بات کہنی چاہئے۔ مسلمان خاتون کو اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ ایک تعلیم یافتہ اور ماہر خاتون ڈاکٹر میسر ہونے کے باوجود وہ مرد معالج سے اپنا علاج کروائے' اسی طرح مسلم خاتون ڈاکٹر کے ہوتے ہوئے کسی غیر مسلم خاتون سے علاج کروانا بھی درست نہیں تاہم اگر صرف مرد مسلمان ماہر امراض نسواں میسر ہو تو اس صورت میں غیر مسلم خاتون ڈاکٹر سے رجوع کیا جا سکتا ہے۔ اسلام عملی حقائق کی طرف سے آنکھیں بند کر کے کبھی بھی کوئی حکم عائد نہیں کرتا۔ فرض کیجئے کسی خاص معاشرے میں ایسی کوئی قابل مسلمان ڈاکٹر موجود نہیں جو کسی مخصوص نسوانی مرض کا علاج کر سکے تو اس صورتحال میں کسی غیر مسلم ماہر کی خدمات حاصل کی جا سکتی ہیں۔ اس صورتحال میں بھی پہلے کسی خاتون ڈاکٹر کو تلاش

---

23 اسلامی طرز فکر ۳۹٦

کرنا چاہیے' وہ نہ ملے تو بحالت مجبوری مرد ڈاکٹر سے علاج کرایا جا سکتا ہے۔ یہ اس کا منطقی' قابل عمل اور ذمہ دارانہ طریقہ ہے۔[24]

حفاظتی ٹیکے لگوانا:

سوال: ماں یا بچے کو حفاظتی ٹیکے لگوانا کیسا ہے؟

جواب: قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(خُذُوْا حِذْرَكُمْ)

"تم اپنا دفاع لازم پکڑو۔"

اسامہ بن شریک بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ؐ سے پوچھا:

((يَا رَسُولَ اللهِ! أَنَتَدَاوَى؟ فَقَالَ: تَدَاوَوْا، فَإِنَّ اللهَ تَعَالَى لَمْ يَضَعْ دَاءً إِلَّا وَضَعَ لَهُ دَوَاءً غَيْرَ دَاءٍ وَاحِدٍ، الْهَرَمُ))[25]

"اے اللہ کے رسول! کیا ہم علاج کروا سکتے ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا:

"ہاں اے اللہ کے بندو! علاج کرواؤ بے شک اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی بیماری نہیں چھوڑی جس کی دواء اور شفاء مقرر نہ کی ہو سوائے ایک بیماری کے اور وہ ہے بڑھاپا۔"

محکمہ صحت نے اپنے سینٹروں میں مختلف بیماریوں کے حفاظتی ٹیکوں کا انتظام کیا ہوتا ہے جو مفید اور مؤثر بھی ہوتے ہیں جن میں کالی کھانسی' خناق اور تشنج وغیرہ کے انجکشن ہوتے ہیں۔ حفاظتی تدبیر کے طور پر یہ ان بیماریوں سے بچاؤ کی خاطر لگوائے جاتے ہیں۔ مذکورہ بالا قرآن و سنت کے دلائل کی روشنی میں یہ کوئی بُری بات نہیں بلکہ اس سہولت سے فائدہ اٹھانا زیادہ مناسب ہے۔ تجربے اور مشاہدے میں بھی یہ بات آئی ہے کہ جن ماؤں یا بچوں کو یہ انجکشن لگائے جاتے ہیں وہ اکثر مذکورہ امراض سے محفوظ رہتے ہیں۔

پولیو کے قطرے پلانا:

---

24 اسلامی طرز فکر' ص:۳۸۶

25 ابو داود' کتاب الطب' باب الرجل یتداوی:۳۸۵۵

سوال: بچوں کو پولیو کے قطرے پلانا کیسا ہے؟ سنا ہے کہ یہ منصوبہ بندی کی غرض سے پلائے جاتے ہیں، جنسی قوت کا خاتمہ کر دیتے ہیں اور یہ مسلمانوں کے خلاف ایک سازش ہے؟

جواب: اقوام متحدہ کے ہیلتھ ونگ کی طرف سے یہ دوائی بطور مہم دنیا کے ان تمام ممالک کو دی جاتی ہے جن میں پولیو کا مرض ہے۔ پولیو سے بعض بچے اپاہج ہو جاتے ہیں، پھر جہاں وہ ماں باپ اور معاشرے کے لئے پریشانی کا باعث بنتے ہیں خود بھی ساری زندگی پریشان رہتے ہیں لہٰذا یہ دواء عالمی سطح پر اس بیماری کے علاج کے لئے تیار کی جاتی ہے اور بڑی احتیاط سے پانچ سال تک کے بچوں کو پلائی جاتی ہے۔ یہ مہم پاکستان میں بھی بھرپور طریقے سے سرانجام دی جاتی ہے۔ پاکستان کا محکمہ ہیلتھ چونکہ دیگر امور میں سست ہے اور اس مہم کو بھرپور طریقے سے چلاتا ہے پھر یہ دواء آتی بھی باہر سے ہے اور ہے بھی مہنگی تو لوگ بعض غلط قسم کا پراپیگنڈہ کی وجہ سے اس کے متعلق غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں جو درست نہیں اور نہ اس دوائی میں کوئی ایسی غلط چیز پائی جاتی ہے۔ پچھلے صفحہ میں ذکر کردہ قرآن و سنت کی دونوں نصوص سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے لہٰذا ان قطروں کے استعمال میں کوئی حرج نہیں البتہ محکمہ صحت کو دواء پر انحصار کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ پر بھی اعتقاد رکھنا چاہئے وہی ذات کسی بیماری کا کلی خاتمہ کر سکتی ہے ورنہ کچھ ایسے کیس سامنے آئے ہیں کہ دواء استعمال کرنے کے باوجود بھی بچوں پر اس کے اثرات مرتب ہو گئے جس کی وجہ سے محکمہ صحت پریشان ہوا بہر حال اس ویکسین کے استعمال سے کافی فائدہ ہوا ہے اور اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔

باب نمبر 8

بالوں کی پیوند کاری

اس طریقہ علاج میں انسانی سر، مونچھوں، ڈاڑھی اور بھنوؤں پر جدید سرجری کے ذریعے نئے بال لگائے جاتے ہیں جن کو قدرتی بالوں کا نام دیا جاتا ہے جو قدرتی بالوں کی طرح ہی ہوتے ہیں یہاں تک کہ انہیں کاٹنا بھی پڑتا ہے۔ آج کل بعض وجوہات کی بناء پر لوگوں میں بال گرنے کا مرض عام ہے جو گنجے پن تک جا پہنچتا ہے۔ اس مرض کی وجہ سے لوگ مکمل گنجے ہو کر پھر احساس کمتری میں مبتلا ہو جاتے ہیں حالانکہ اس میں احساس کمتری والی کوئی بات نہیں بہر حال پھر بھی یہ انسانی فطرت ہے کہ ہر انسان خوبصورت نظر آنا چاہتا ہے اور وہ اپنی حسین وضع قطع پسند کرتا ہے۔

دنیا کے ترقی یافتہ ملکوں میں حال ہی میں یہ تحقیق سامنے آئی ہے کہ بالوں کی بھی پیوند کاری ممکن ہے اور یہ تحقیق تیزی کے ساتھ پوری دنیا میں پھیل رہی ہے۔ ہمارے پاکستان میں بھی بعض ادارے اور ڈاکٹر یہ کام کر رہے ہیں۔ وہ اس ضمن میں بڑے بڑے اشتہارات اخبارات و رسائل میں چھاپ رہے ہیں۔ ملک کے تقریباً تمام شہروں میں ایسے مراکز مختلف ناموں سے یہ کام سرانجام دے رہے ہیں۔ اس ضمن میں نہ تو ڈاکٹر حضرات ہی شرعی رہنمائی رکھتے ہیں اور نہ لوگوں کو اس کے متعلق کوئی خاص علم ہے مگر بالوں کی پیوند کاری کا علاج عام ہو رہا ہے حتیٰ کہ ہمارے ملک کے سابق وزیراعظم جناب نواز شریف اور پنجاب کے وزیر اعلیٰ شہباز شرف نے بھی سعودی عرب سے پیوند کاری کروا کے نئے بال لگوائے ہیں۔ آج کل ان کی جدید تصاویر بھی بالوں والی آ رہی ہیں اس کے شرعی حکم سے پہلے ضروری ہے کہ اس کے تمام طریقہ کار پر مختصر روشنی ڈال دی جائے۔

بالوں کی پیوند کاری کا طریقہ کار:

اس طریقہ علاج میں جہاں بال لگانا مقصود ہو، وہاں بہت باریک سوراخ بنائے جاتے ہیں جنہیں مائیکرو سلٹ (Micro Slit) کہا جاتا ہے۔ ان سوراخوں میں بال لگا کر سوراخ بند کر دیئے جاتے ہیں جیسے پودا لگا کر ارد گرد مٹی ڈال دی جاتی ہے اور اس کو سائیڈوں سے اچھی طرح دبا دیا جاتا ہے۔ بال لگانے

کے بعد ایک سے تین ہفتے کے بعد لگائے گئے تمام بال گر جاتے ہیں۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے کوئی پودا کسی جگہ سے اکھاڑ کر نئی جگہ لگایا جائے تو نئی جگہ لگنے کے بعد پورا مرجھا جاتا ہے اور اس کے پتے گر جاتے ہیں لیکن باوجود مرجھانے اور پتے جھڑنے کے زمین سے جب ان جڑوں کو نمکیات' پانی اور غذا ملنا شروع ہو جاتی ہے تو وہ اپنی نئی کونپلیں نکالنا شروع کر دیتا ہے چنانچہ اس کی افزائش شروع ہو جاتی ہے۔

بالوں کی پیوندکاری بھی اسی طرح ہے۔ بال لگانے کے بعد اوپر کے بال ایک مرتبہ گر جاتے ہیں پھر جب ان کو اور ان کی جڑوں کو سر سے خون کے ذریعے غذا ملنا شروع ہو جاتی ہے تو وہ تین سے چھ ماہ میں دوبارہ اُگ آتے ہیں جو عام بالوں کی طرح بڑھتے ہیں اور ان کو کاٹنا بھی پڑتا ہے۔ ایک سینٹی میٹر سکوائر پر کم از کم 40 بال لگنے چاہئیں۔ 9 ہزار تک بال تین گھنٹوں میں ایک ڈاکٹر لگا سکتا ہے۔ تین سے پانچ یوم میں یہ سارا عمل مکمل ہوتا ہے تاہم بعض ڈاکٹر بہت جلد یہ عمل مکمل کر لیتے ہیں۔

پیوندکاری کے دو معروف طریقے:

سرجیکل طریقہ علاج میں اس کے دو بڑے طریقے ہیں:

پہلا طریقہ Punch Grafting دوسرا Single Falliculerl ان دونوں طریقوں میں مریض کو اس کے اپنے ہی بال لگائے جاتے ہیں جو کانوں کے درمیان سے' سر کی پچھلی جانب سے لئے جاتے ہیں۔ ضرورت کے مطابق وہاں سے تقریباً 15 سینٹی میٹر لمبی اور 2.5 سینٹی میٹر چوڑی پٹی بالوں کی جڑوں سمیت نکال لی جاتی ہے۔ بالوں کو بعد میں ایک ایک بال کیا جاتا ہے اور اس کو انتہائی باریک سوراخوں میں لگا دیا جاتا ہے جو ان کے لئے پہلے سے بنائے گئے ہوتے ہیں۔ پنچ گرافٹنگ میں صرف سر کے بال ہی لگائے جاتے ہیں جبکہ سنگل فولیکولز گرافٹنگ میں نہ صرف سر کے بلکہ ڈاڑھی' مونچھوں اور بھنوؤں کے بال بھی لگائے جاتے ہیں۔

شرعی حکم:

اس طریقہ علاج کو تفصیلاً اس لئے لکھ دیا گیا ہے تاکہ اس کے متعلق علماء صحیح طریقے سے جان سکیں۔ بعض علماء نے اس کے جواز اور بعض نے عدم جواز میں فتاویٰ صادر فرمائے ہیں۔ عدم جواز کے قائل علماء مندرجہ ذیل حدیث سے استدلال کرتے ہیں:

((اَنَّ النَّبِیَّ نَھٰی عَنْ ثَمَنِ الدَّمِ وَ ثَمَنِ الْکَلْبِ وَکَسْبِ الْبَغِیِّ وَلَعَنَ اٰکِلَ الرِّبَا وَ مُوْکِلَہٗ وَالْوَاشِمَۃَ وَالْمُسْتَوْشِمَۃَ))[26]

"بے شک نبی اکرمؐ نے خون کی قیمت' کتے کی قیمت اور زانیہ عورت کی کمائی سے منع فرمایا ہے اور آپؐ نے سود لینے والے اور دینے والے اور گودنے اور گدوانے والی پر لعنت کی ہے۔"

اس حدیث مبارکہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے بعض علماء نے نئے بال لگانے سے روکا ہے جس میں وِگ وغیرہ بھی شامل ہے گو اس میں عورتوں کے بال اصل نہ ہوں اور بے شک پلاسٹک وغیرہ کے مصنوعی بال ہوں وہ کسی قسم کے بالوں کی اجازت نہیں دیتے۔

جواز کے قائل علماء:

علماء کا یہ طبقہ کہتا ہے کہ یہ طریقہ علاج بالکل نیا ہے جس میں مریض کے اپنے ہی بال جدید سرجری کے ذریعے ایک سے دوسری جگہ منتقل کر دیئے جاتے ہیں جس میں کوئی شرعی قباحت نہیں بلکہ یہ شرعی حدود میں رہتے ہوئے جدید تحقیق سے فائدہ اٹھانے والی بات ہے۔ وہ عدم جواز کے قائلین کو حدیث مذکورہ کے متعلق کہتے ہیں کہ اس حدیث میں واضح طور پر ایسی عورت پر لعنت ہے جو کسی دوسری عورت سے بال لے کر اپنے بالوں کے ساتھ ملاتی ہے یا دوسری عورت کو اپنے بال دیتی ہے نا کہ اس سے اپنے ہی بالوں کو جدید طریقہ کے ذریعے دوسری جگہ منتقل کرنے سے منع کیا گیا ہے جبکہ علماء اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ مریض اگر کسی حادثے میں زخمی ہو کر اپنے کسی جسم کے اہم حصے کا گوشت ضائع کر بیٹھا ہے تو جسم کے کسی دوسرے حصے سے گوشت نکال کر دوسرے حصے کو بھرا جا سکتا ہے بالکل اسی طرح بالوں کو بھی دوسری جگہ منتقل کیا جا سکتا ہے۔

لہٰذا طبقہ ثانی یعنی جواز کے قائل علماء کی اس مسئلہ میں بات زیادہ مناسب اور وزنی معلوم ہوتی ہے۔ حدیث مذکورہ میں دوسرے شخص یا عورت کے بال اپنے بالوں کے ساتھ ملانے کی ممانعت ہے یا پھر وِگ وغیرہ کے متعلق ہے اور ان چیزوں کی واقعتاً ہی شریعت میں کوئی گنجائش اور جواز نہیں ہے۔

ڈی این اے ٹیسٹ کی شرعی حیثیت:

کیا صرف ڈی این اے ٹیسٹ کی بنیاد پر کسی کو مجرم قرار دیا جا سکتا ہے اور اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ ایک شخص امریکہ میں تھا اور اس کے بیوی بچے پاکستان میں' وہ کبھی کبھار چھٹی پر گھر

---

26 بخاری' کتاب اللباس' باب من لعن المصور: ۵۹۶۲

آتا۔ اس دوران اس کی بیوی کے ہاں بچی پیدا ہوئی۔ اس کو اپنی بیوی پر شک ہوا کہ اس کی بیوی بدکاری کی مرتکب ہوئی ہے جس کے نتیجے میں یہ بچی پیدا ہوئی ہے' وہ کچھ عرصے بعد اپنی بچی کو امریکہ اپنے ساتھ لے گیا اور وہاں جا کر اس نے اپنا اور بچی کا ڈی این اے ٹیسٹ کروایا اس میں اس کی اور بچی کی رپورٹ میں واضح فرق نکلا۔ اس نے رپورٹ کی بنیاد پر پاکستان آ کر اپنی بیوی اور غیر آدمی جس پر اس کو شک تھا زنا کا پرچہ کٹوا دیا۔

ملزم نے عدالت میں ضمانت اور برأت کی درخواست دیتے ہوئے کہا کہ میں نہ اس عورت کو جانتا ہوں اور نہ یہ بچی میری ہے۔ پولیس نے پرچے کی وجہ سے ملزم کو گرفتار کر لیا اور اس کا ڈی این اے ٹیسٹ کروایا جو بچی کے ساتھ ملتا تھا۔ عدالت کے وضاحت طلب کرنے پر پولیس نے عدالت کو بتایا کہ ڈی این اے ٹیسٹ کے مطابق بچی ملزم کی ثابت ہوئی ہے لہٰذا عدالت نے اس بنیاد پر کیس درج کر لیا جو پاکستان کی تاریخ کا پہلا کیس تھا جو ایک ٹیسٹ رپورٹ کی بنیاد پر درج کیا گیا اور کیس بھی حدود کا یعنی بڑا اہم تھا۔

اب عدالت شش و پنج میں تھی کہ ملزم کو ٹیسٹ رپورٹ کی بنیاد پر سزا دے یا بری کر دے۔ اس سے قبل بھی کراچی میں "وال سٹریٹ" کے امریکی صحافی کے قتل میں اس ٹیسٹ کو بنیاد بنایا گیا تھا۔ سابقہ امریکی صدر بل کلنٹن کے مونیکا نامی عورت سے تعلقات میں بھی اس ٹیسٹ کو بڑی اہمیت دی گئی۔ ڈاکٹر شازیہ کیس میں بھی اس ٹیسٹ کو بڑی اہمیت دی گئی۔ بدلتے ہوئے حالات اور جدید دور میں ایسے ٹیسٹوں کی اہمیت اور بھی بڑھتی چلی جا رہی ہے۔

انہی واقعات کو سامنے رکھتے ہوئے عدالت کو ایک پختہ کار اور مؤثر رہنمائی کی ضرورت تھی سو ہمارے فاضل دوست جناب رانا شفیق خان صاحب نے ایک انتہائی اہم فورم کا انعقاد کیا جس میں انہوں نے وقت کے اہم علماء اور ڈاکٹر حضرات کو مدعو کیا جنہوں نے الحمد للہ بڑی بصیرت کے ساتھ اپنے اپنے مؤقف کو بیان فرمایا۔ اس فورم کو بڑے اہتمام کے ساتھ ریکارڈ کیا گیا بعد ازاں رانا صاحب نے اس کو تحریری صورت میں ترتیب دیا' ہفت روزہ "اہلحدیث" لاہور نے اس کو اپنی 26-2-2005 کی اشاعت میں شائع کیا' ہم اس کی بعض اہم جزئیات یہاں درج کرتے ہیں۔

ڈی این اے ٹیسٹ کیا؟

انسانی جسم کا شناختی تجزیہ جس کو عرف عام میں ڈی این اے ٹیسٹ کہا جاتا ہے' یہ ہے کیا؟ ڈی این اے مخفف ہے Deoxy Ribo Nucleic Acid کا' اس ٹیسٹ کے لئے انسانی جسم کے تقریباً 13 مختلف

جسموں کے اجزاء لئے جاتے ہیں جن کا ایک ہفتہ تک کیمیائی تجزیہ کیا جاتا ہے۔ پتھالوجسٹ حضرات کا دعویٰ ہے کہ ملین افراد میں کسی ایک کے دوسرے سے ڈین این اے ملنے کا چانس ہوتا ہے جبکہ اس وقت دنیا کی آبادی 4.5 ہزار ملین ہے۔

انسانی خلیے کے Cell میں ایک مکمل کارخانے کی طرح نظام چلتا ہے جس میں بیشمار چیزیں کیمیائی عمل سے گزر کر زندگی کو جاری و ساری رکھتی ہیں۔ ہر خلیے میں ایک چھوٹی سی چوکور یا گول گیند ہوتی ہے جسے مرکزہ کہا جاتا ہے اور یہی مرکزہ سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہوتا ہے جو پورے خلیہ کے کیمیائی عمل کو کنٹرول کرتا ہے' اگر اسے نکال دیا جائے تو باقی خلیہ ضائع ہو جاتا ہے۔

مرکزہ میں دھاگا نما ساختیں ہوتی ہیں جنہیں کروموسوم (Chromosome) کہا جاتا ہے اور ان میں جاندار کی نشوونما' رنگ و نسل اور عادات و خصوصیات وغیرہ سے متعلق تمام تفاصیل و معلومات درج ہوتی ہیں۔ ہر جاندار خلیہ کے اندر کروموسوم کی اپنی مخصوص تعداد کی تہہ ہوتی ہے مثلاً انسان میں 46' مکھی میں 8' بلی میں 38 اور مرغی میں 78 کروموسوم ہوتے ہیں جس طرح ہمارا گوشت ہڈیوں سے مل کر بنا ہوتا ہے اسی طرح یہ کروموسوم DNA نامی مادے سے بنے ہوتے ہیں جسے جینیاتی مادہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس مادے کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ ضرورت پڑنے پر یہ اپنے جیسے مزید ٹکڑے بنا سکتا ہے یعنی دو سے چار' چار سے آٹھ اور آٹھ سے سولہ۔ ڈی این اے کے ہر متفرق ٹکڑے یا حصے کو جین (Gene) کہا جاتا ہے اور ہر جاندار میں جس خصلت' شکل یا فعل کے جین ہوں گے وہ جاندار اسی خصلت اور فعل کی عکاسی کرے گا مثلاً کسی کا قد چھوٹا یا لمبا ہے تو اس لئے کہ اس کے جینز میں بھی ایسی خصوصیت تھی۔ کسی کے بال سرخ یا بھورے ہیں یا رنگت سرخ و سفید' گندمی یا انتہائی سیاہ ہے تو اس لئے کہ اس کے جینز کی خصوصیت بھی ویسی تھی۔

ماہرین کیا کہتے ہیں؟

ڈی این اے ٹیسٹ اگر صحیح طرح اور سائنسی طریقے کے مطابق ہو تو اس میں غلطی کا کوئی امکان نہیں ہوتا' لاہور میں کہیں بھی ڈی این اے ٹیسٹ نہیں ہو رہا' جو ہو رہا ہے وہ عام ٹیسٹ ہے جس رپورٹ کی وجہ سے کسی شخص کو مورد الزام ٹھہرایا جا رہا ہے وہ دیکھی جائے کہ کس لیب کی ہے؟ پھر کوئی بات کی جائے۔ ان خیالات کا اظہار سروسز ہسپتال کی پتھالوجسٹ ڈاکٹر الوہینہ منصور نے فورم میں گفتگو کرتے ہوئے کیا۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں ڈی این اے ٹیسٹ کے بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا' شاید کراچی میں ہوتا ہو لیکن لاہور میں نہیں ہو رہا۔ میں نے دو تین دن مختلف ہسپتالوں اور

لیبارٹریوں سے معلومات لیں تو پتا چلا کہ وہ وہی عام ٹیسٹ کرتے ہیں جو ہم بھی کرتے ہیں۔ یہ ٹیسٹ اینٹی ڈی این اے ہیں ورنہ ڈی این اے ایک خاص طریقے سے ہوتا ہے۔ اس کے لئے جسم کے مختلف حصوں کے اجزاء لے کر کئی مراحل طے کئے جاتے ہیں۔ ڈی این اے بنیادی طور پر ڈبل ہوتے ہیں' پہلے انہیں ایک دوسرے سے الگ کیا جاتا ہے' انہیں چھوٹے چھوٹے اسٹینڈ میں لاتے ہیں پھر فلٹر کیا جاتا ہے۔ ایک ایک جین نکالنا ہوتی ہے۔ بڑا طویل طریقہ کار ہے' کئی دن کے بعد رزلٹ سامنے آتا ہے۔

اگر ڈی این اے ٹیسٹ طریقہ کار کے مطابق صحیح ہو تو پھر غلطی کا کوئی امکان نہیں رہتا۔ ڈی این اے ٹیسٹ کے بارے میں علم نہ رکھنے والے شکوک و شبہات کا اظہار کرتے ہیں۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جس طرح والدین اور اولاد کے خون کا گروپ آپس میں نہیں ملتا اسی طرح ڈی این اے ٹیسٹ کے نہ ملنے کا بھی امکان ہے۔ یہ سوائے بے علمی کے اور کچھ نہیں خون میں تو ہو سکتا ہے کہ والدین کا گروپ پازیٹو ہو اور اولاد کا نیگیٹیو مگر ڈی این اے ٹیسٹ میں ممکن ہی نہیں کہ ماں باپ اور اولاد میں یکسانیت ہو۔ ہر شخص کا ڈی این اے ایک دوسرے سے نہیں ملتا' بچوں کے ڈی این اے کچھ ماں سے ہوتے ہیں اور کچھ باپ سے یعنی ماں باپ دونوں سے ملتے ہیں۔ اس ٹیسٹ سے واقعاتی طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ بچہ کن والدین کا ہے۔ ملین افراد میں کسی ایک کے دوسرے سے ڈین این اے ملنے کا چانس ہو سکتا ہے جبکہ اس وقت دنیا کی آبادی 4.5 ہزار ملین ہے۔ لاہور کی عدالت میں جو واقعہ زیر سماعت ہے' دیکھنا ہو گا کہ وہاں زیر بحث رپورٹ کس لیب کی ہے؟ کیونکہ لاہور میں ڈی این اے ہوتا ہی نہیں' یہاں تو عام ٹیسٹ ہو رہے ہیں۔ ڈینیل پرل اور سو بچوں کے قاتل جاوید اقبال کے DNA کرنے والے پروفیسر ڈاکٹر شیخ ریاض الدین نے کہا کہ ڈی این اے (Deoxy Ribo Nucleic Acid) ٹیسٹ میں غلطی کا امکان زیرو ہے۔ 13 بلین کی آبادی میں صرف 2 لوگوں کے ٹیسٹ آپس میں مل سکتے ہیں جبکہ اس وقت دنیا کی آبادی صرف سات بلین کے قریب ہے اس ٹیسٹ کے لئے 13 مختلف جگہوں سے جسم کے حصے لئے جاتے ہیں جنہیں ایک ہفتہ چیک کرنے کے بعد اس کے رزلٹ کا اعلان کیا جاتا ہے۔ اس وقت ملک بھر سے ہر ہفتہ 3 سے چار ڈی این اے کیس رجسٹرڈ کئے جا رہے ہیں جس پر تین ہزار روپے فی کس فیس وصول کی جاتی ہے' پاکستان میں موجود اس لیبارٹری کو بین الاقوامی معیار کی حیثیت حاصل ہے' یہی وجہ ہے کہ ڈینیل پرل کیس میں ہمارے رزلٹ کو تسلیم کیا گیا۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے خصوصی انٹرویو دیتے ہوئے کیا۔ اس موقع پر بائیو ٹیکنالوجی کمیشن اسلام آباد کے چیئرمین ڈاکٹر انور سلیم اور رکن قومی اسمبلی و پی ایچ ڈی ان مالیکیولر بائیولوجی مسز روبینہ طفیل بھی موجود تھیں۔ ڈاکٹر ریاض الدین شیخ نے کہا کہ ڈی این اے ٹیسٹ کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اب پوری دنیا اس ٹیسٹ کی بنیاد پر کوئی

فیصلہ کر سکتی ہے اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ اس میں غلطی کا امکان صفر فیصد ہے۔13 بلین آبادی میں صرف دو افراد ایسے ہو سکتے ہیں جن کے ٹیسٹ میں غلطی کا امکان ہو' دنیا کی کل آبادی اس وقت سات بلین ہے اس لئے یہ بات وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ ٹیسٹ دیگر ٹیسٹوں سے زیادہ قابل بھروسہ ہے۔ جب ایک شخص کا ڈی این اے کرنا مقصود ہو تو اس کے لئے تیرہ مارکز استعمال کرتے ہیں' پھر اس کو سات دن تک زیر مشاہدہ رکھا جاتا ہے۔ ان تمام مراحل کے بعد ایک حتمی نتیجہ جاری کیا جاتا ہے۔ دراصل انسانی جسم کا ڈی این اے بلیو پرنٹ ہے اور یہ قدرت کا ایک کرشمہ ہے جس میں ہر انسان کے جسم کا ڈھانچہ دوسرے شخص سے مختلف ہوتا ہے جس طرح انسان کے فنگر پرنٹس کا ٹیسٹ کیا جاتا ہے بالکل اسی طرح ایک خاص سٹرکچر انسانوں کے ڈی این اے کا ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ بچے کے جائز اور ناجائز ہونے کا تعین کرنے کے لئے والدین کا ڈی این اے کیا جاتا ہے۔ جرائم کے معاملات میں جرثومہ تولید کا جائزہ لیا جاتا ہے اور اگر کوئی شخص مر گیا ہو تو ہڈیوں کے ذریعے ڈی این اے ٹیسٹ ہوتا ہے۔ امریکہ کے سابق صدر بل کلنٹن کے جب مونیکا سے مراسم ثابت کرنا مقصود تھے تو مونیکا کے بلاؤز سے بل کلنٹن کے جرثومے اکٹھے کئے گئے تو ان پر یہ الزام ثابت ہو گیا۔ ڈینیل پرل کے قتل کے بعد ان کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے تھے۔ اس صورتحال میں تمام ٹکڑوں کا جائزہ لیا جاتا ہے اور پھر یہ دیکھا جاتا ہے کہ ایک ٹکڑا دوسرے ٹکڑے سے ملتا بھی ہے یا نہیں؟ پھر ان کے والدین کے ڈی این اے کے بعد رزلٹ کا اعلان کیا جاتا ہے۔ اس کیس میں ہمارے رزلٹ کو بہتر سمجھا گیا جس کے بعد ہمیں بین الاقوامی معیار کی حیثیت حاصل ہے۔100 بچوں کے قاتل جاوید اقبال کے سلسلے میں بھی اس لیبارٹری نے رزلٹ دیئے۔ اس کے علاوہ یہاں پاکستان بھر سے آنے والے ڈی این اے ٹیسٹ کئے جاتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس لیبارٹری و تعلیمی کیمپس پر کروڑوں روپے خرچ کئے گئے ہیں اور ماہرین کی ایک پوری ٹیم موجود ہے۔ ڈاکٹر انور نے کہا کہ ڈی این اے ایک تحقیق ہے' اس سلسلے میں بے شمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ لندن میں ایک سیمینار بھی منعقد ہو چکا ہے۔ دراصل یہ جینیائی ٹیسٹ (Genetics) ہے' اس میں غلطی کا امکان نہیں اور یہ اس لیبارٹری کو اعزاز حاصل ہے کہ اس کے نتائج کو بین الاقوامی سطح پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ مسز روبینہ طفیل نے کہا کہ ایک شخص کا ڈی این اے دوسرے شخص سے مختلف ہوتا ہے اور اس کا مشاہدہ صرف ڈی این اے سے کیا جا سکتا ہے۔ اگر ایک باپ کی سات اولادیں ہیں تو صرف اس ٹیسٹ کی بنیاد پر والد کا پتا لگایا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ڈی این اے پر ملین جینز ہوتے ہیں اور ہر ایک جینز کی اپنی ایک علیحدہ خصوصیت ہوتی ہے جو ایک سسٹم کو کنٹرول کرتا ہے۔ جانوروں کے جینز انسانوں سے مختلف ہوتے ہیں جن کی بنیاد پر ان میں فرق معلوم کیا جاتا ہے۔

علماء کا مؤقف:

محض ڈی این اے ٹیسٹ کی وجہ سے کسی کو زنا کا مجرم قرار نہیں دیا جا سکتا' اگر کسی نے چار مردوں کی عینی گواہی کے بغیر کسی پر زنا کی تہمت لگائی تو اس پر قذف کی حد لگتی ہے۔ عدالت میں پہنچنے والے اس واقعہ میں کہ جس میں ڈی این اے ٹیسٹ کی وجہ سے کسی نے اولاد کے اپنی ہونے کی نفی کی ہے تو ان میاں بیوی میں اب صرف لعان کی صورت ہے۔ ڈی این اے ٹیسٹ کی حیثیت تائیدی شہادت کی ہے۔ یہ محض قائم مقام شہادت ہے۔ اصلی اور بنیادی شہادت نہیں ہے۔ ڈی این اے ٹیسٹ کی وجہ سے زنا کی حد جاری کی جا سکتی ہے اور نہ کسی کو وراثت سے محروم کیا جا سکتا ہے' زنا کے تین ثبوت ہیں گواہان' اعتراف جرم اور حمل ——— ڈی این اے ٹیسٹ محض ظنی قرینہ ہے اور یہ تنہا شہادت کے لئے کافی نہیں۔ ان سے ملتے جلتے خیالات کا اظہار مختلف دینی سکالرز اور ممتاز علمائے کرام نے فورم میں گفتگو کرتے ہوئے کیا۔

پروفیسر قاضی مقبول احمد:

معروف دینی سکالر قاضی مقبول احمد نے کہا کہ ہمیں میڈیکل کی روشنی میں نہیں شرعی نقطہ نظر سے دیکھنا ہے۔ ڈی این اے ٹیسٹ سو فیصد ٹھیک ہو تو بھی زنا کی حد نہیں لگنی چاہئے۔ شریعت نے طے کیا ہے کہ جو میاں اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے وہ چار گواہ پیش کرے ورنہ میاں بیوی لعان کریں گے یعنی میاں اپنی بات کی سچائی پر چار قسمیں کھائے اور پھر بیوی چار قسمیں صفائی میں کھائے پھر دونوں پانچویں قسم میں لعنت کریں گے۔

ایسی صورت میں دونوں میں علیحدگی کرا دی جائے گی۔ اولاد ماں کی وارث ہو گی' باپ کی نہیں اور کسی پر زنا کا الزام عائد نہیں کیا جائے گا۔

زنا کے بارے میں شریعت نے کہا ہے کہ یا تو چار گواہ ہوں یا خود زانی اعتراف جرم کر لے۔
ڈی این اے ٹیسٹ کے بارے میں دیکھنا یہ ہے کہ یہ ٹیسٹ رپورٹ بذات خود گواہی ہے یا قائم مقام گواہی؟ طے کرنا ہے کہ ایک عورت صرف حاملہ ہونے کی وجہ سے بدکاری کی مرتکب قرار دی جا سکتی ہے؟ ہم ٹیسٹ رپورٹ کو اصلی شہادت سمجھیں یا قائم مقام شہادت؟ اصلی شہادت چار گواہ ہیں یا پھر اعتراف جرم۔ ڈی این اے ٹیسٹ قائم مقام شہادت ہے۔ قائم مقام شہادت میں کورٹ کی مرضی ہے وہ چاہے قبول کرے یا نہ کرے۔ اسلام نے چار گواہوں کی وجہ سے سزا دی ہے یا اعتراف جرم کی وجہ سے'

عہد نبوت میں یہ ٹیسٹ نہیں تھا لیکن فراست اتنی تھی کہ اس سے فیصلے کئے جاتے تھے' اگر عدالت ڈی این اے ٹیسٹ کو اوریجنل شہادت قرار دے تو ملزم پر اور عورت پر حد لگے گی۔ قائم مقام شہادت سمجھ لے تو پھر لعان ہو گا۔ ڈی این اے ٹیسٹ کی وجہ سے حد نہیں لگ سکتی' یہ صرف ایک ثبوت ہے۔ ٹیسٹ رپورٹ کی وجہ سے عدالت میں جو کیس ہے اس میں اب صرف لعان کی صورت ہے۔ اگر مرد لعان سے انکار کرتا ہے تو اس پر قذف کی حد لگے گی۔ لعان کی صورت میں اولاد صرف ماں کی وارث ہو گی' باپ کی نہیں اور نہ کسی کو زانی کہہ سکتے ہیں۔ جو زانی کہے گا اس پر قذف کی حد لگے گی۔ اگر کوئی اس ٹیسٹ کی وجہ سے بچی کو اپنا ماننے سے انکار کرتا ہے تو وہ لعان کرے اور کوئی راستہ نہیں۔

حافظ فضل رحیم صاحب:

جامعہ اشرفیہ لاہور کے نائب مہتمم اور معروف عالم دین حافظ فضل رحیم صاحب نے کہا کہ ڈی این اے ٹیسٹ میں غلطی کا بظاہر دور تک کوئی امکان نہیں۔ چوری و شراب نوشی میں شریعت کا مزاج و قانون اور ہے جبکہ زنا کے بارے میں شریعت کا مزاج اور ہی ہے۔ اگر تین شخص اپنی چھ آنکھوں سے بھی دیکھ لیں تو بھی ان کو شہادت کی اجازت نہیں کہ وہ مرد عورت کے خلاف گواہی دیں۔ جج اور قاضی بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں تو بھی شریعت ان کو فیصلے کی اجازت نہیں دیتی۔ کورٹ کو کوئی صوابدیدی اختیار نہیں کہ وہ زنا کی سزا کا فیصلہ سنا دے۔ موجودہ قانون میں جج خود قتل کرتے ہوئے دیکھ لے تو شہادت کے بغیر فیصلہ نہیں کر سکتا۔ حد کے بارے میں تو اسے اختیار نہیں البتہ اگر قرائن سے تائید مل جائے تو اسے تعزیر کی اجازت ہے۔ زنا کی حد کے بارے شریعت کا مزاج ہے کہ چشم دید چار گواہ ہوں اور پھر انہوں نے خاص کیفیت میں زنا کا عمل اپنی آنکھوں سے ہوتے ہوئے دیکھا ہو' ایسا بہت مشکل ہے۔ ڈی این اے ٹیسٹ سو فیصد بھی درست ہو تو بھی یہ شہادت نہیں بن سکتا' یہ زیادہ سے زیادہ تائید میں پیش ہو سکتا ہے۔ ڈی این اے کی وجہ سے اولاد کو وراثت سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔

مفتی عبدالخالق صاحب:

جامعہ اشرفیہ کے مفتی عبدالخالق صاحب نے کہا شریعت نے زنا کی حد کے حوالے سے جو پابندی لگائی ہے وہ کسی اور معاملے میں نہیں لگائی' زنا کے ثبوت کو مشکل بنا دیا گیا ہے تا کہ گھر تباہ نہ ہوں اور نہ حد ہی لگتی پھرے۔ دیگر معاملات میں ایک مرد یا دو عورتوں کی گواہی یا دو مردوں کی گواہی تو قابل قبول ہے لیکن اس مسئلے میں چار مردوں کی عینی شہادت کی شرط لگائی گئی ہے پھر ان کے کردار کی چھان

بین کا حکم ہے۔ اگر یہ چاروں گواہ شہادت کے دوران جگہ یا ماحول و حالت کے بارے میں مختلف بات کریں تو بھی حد جاری نہیں ہو گی۔ اگر مجرم بھی اعتراف کرے گا تو وہ بھی چار اعتراف کرے گا۔ رسول اللہؐ کے دور میں سیّدنا بلال بن امیہؓ نے اپنی بیوی کو خود دیکھا' اس کی باتیں اپنے کانوں سے سنیں اور انہوں نے قسم کھا کر بات کی لیکن رسول اللہؐ نے شہادت طلب کی کہ شہادت پیش کرو ورنہ قذف کی حد کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اس موقع پر لعان والی آیات قرآن پاک میں نازل ہوئیں اور آپؐ نے لعان کروا دیا پھر بھی آپؐ نے فرمایا کہ بچے کی نشانیاں دیکھنا اگر ایسا ایسا ہوا تو مبینہ شخص کا ورنہ اپنے باپ کا ہے۔ جب بچہ پیدا ہوا تو وہ ایسا ہی تھا جس طرح آپؐ نے فرمایا تھا' آپؐ نے فرمایا اگر کتاب اللہ نہ آ گئی ہوتی تو میں حد جاری کر دیتا۔ زنا کے بارے میں شہادت کے دوران اگر ذرا سا بھی شبہ آ جائے تو حد ساقط ہو جائے گی۔ اس معاملے میں شریعت کا جاری کردہ طریقہ نافذ ہو گا۔ ڈی این اے ٹیسٹ رپورٹ سے سہارا لیا جا سکتا ہے لیکن حدود کے معاملے میں اس کو بنیاد بنا کر حد جاری نہیں کی جا سکتی۔

مولانا فتح محمد صاحب:

جماعت اسلامی پاکستان کے مرکزی راہنما اور مرکز علوم اسلامیہ منصورہ کے مہتمم مولانا محمد فتح صاحب نے کہا زنا کی حد نافذ کرنے کے لئے چار گواہوں کے سوا کچھ بھی صحیح نہیں ہو سکتا' قاضی اور جج اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ لیں تو حد نافذ نہیں کر سکتے تو پھر ڈی این اے ٹیسٹ رپورٹ کی بنیاد پر حد کیسے نافذ ہو سکتی ہے؟ زنا کی حد کے لئے کوئی شہادت قائم مقام نہیں ہو سکتی' دوسرے معاملات سے پتا چل جائے تو تعزیر نافذ ہو سکتی ہے۔ کئی واقعات ایسے ہیں کہ رسول اللہؐ نے حد جاری نہیں کی۔ دراصل اسلام اصلاح چاہتا ہے۔ ڈی این اے ٹیسٹ پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا' ہو سکتا ہے کہ وہ ٹھیک ہو مگر اس وجہ سے حد جاری نہیں ہو سکتی اور نہ اولاد کو میراث سے محروم کیا جا سکتا ہے۔

حافظ عبدالرحمٰن مدنی صاحب:

جامعہ لاہور الاسلامیہ کے مہتمم اور معروف دینی محقق و مصنف عبدالرحمن مدنی نے کہا شریعت میں ثبوت کے لئے "مبینہ" کا لفظ بولا جاتا ہے "مبینہ" میں کئی چیزیں ہیں' سب سے پہلے گواہان ہیں' گواہی خواہ زبانی ہو یا تحریری گواہان کے علاوہ قرینہ ہے اور قیافہ بھی۔ اسی طرح طبّی یا سائنسی تحقیق بھی "بینہ" ہیں جہاں بینہ ہو گی وہاں نہ حد لگے گی نہ تعزیر' ڈی این اے ٹیسٹ کے بارے میں اس کے ماہرین کی مہارت پر بھی غور کیا جائے گا۔

قرائن بھی بینہ میں شامل ہیں۔ ان کی دو قسمیں ہیں: قطعی قرائن اور ظنی قرائن۔ قطعی قرائن میں حمل وغیرہ ہیں جبکہ ڈی این اے ظنی قرائن میں سے ہے۔ یہ تائید کے طور پر پیش ہو سکتا ہے اور تنہا ٹیسٹ شہادت نہیں۔ قانون شہادت میں لکھا ہے کہ صورت واقعہ کو بھی دیکھا جائے گا۔ فقہی اصطلاح میں اس کو "فقہ الواقعہ" کہا جاتا ہے۔ جب تک فقہ الواقعہ کا تعین نہ ہو فتویٰ جاری نہیں کیا جا سکتا۔ بھارت میں بھی اس طرح کا ایک واقعہ ہوا تھا جہاں ڈی این اے ٹیسٹ کی وجہ سے قرار دیئے گئے ملزم نے پہلے تو انکار کیا پھر بعد میں مان لیا کہ بچہ اسی کا ہے اور وہ زنا کا مرتکب ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے دور میں خاوند نے بیوی کے متعلق کہہ دیا تھا کہ یہ کنواری نہیں ہے تو آپؐ نے لعان کرا دیا۔ لعان ایک قانونی حل ہے صرف نسب و وراثت کا کہ یہ بچہ صرف ماں کا ہے۔ لعان میں حد نہیں ہوتی' حد صرف اس وقت لگے گی جب عورت قسمیں کھانے سے انکار کر دے۔ سیّدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے باپ کے گھر ایک بچہ پیدا ہوا جس کی ولدیت کا دعویٰ سیّدنا سعد بن وقاصؓ کے بھائی عتبہ نے کر دیا۔ آپؐ نے اس بچے کو سیّدنا سودہؓ کے باپ کے گھر ہی رہنے دیا لیکن عتبہ سے مشابہت کی وجہ سے سیّدہ سودہؓ کو اس سے پردے کا حکم دیا لیکن اس مشابہت کے باوجود نطفے کا اعتبار نہیں کیا' ہر جگہ نطفے کا اعتبار ضروری نہیں بلکہ حمل والی عورت ہی حقیقی ماں ہوتی ہے۔ یہی معاملہ ٹیسٹ ٹیوب بے بی والی ماں کا ہے یعنی نطفہ باہر کا ثابت شدہ ہے لیکن ماں وہی ہے جس نے جنم دیا۔ ڈی این اے کی وجہ سے حد جاری نہیں کی جا سکتی کیونکہ چار گواہ موجود نہیں۔ ڈی این اے ثانوی شہادت ہے جب تک لعان نہ ہو اولاد کو میراث سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ ڈی این اے اکیلا بینہ یعنی شہادت کا ثبوت نہیں جب تک پوری صورتحال سامنے نہ ہو' ثانوی شہادت تائید تو کر سکتی ہے مگر صرف اس کی وجہ سے حد جاری نہیں ہو سکتی۔ مذکورہ واقعہ میں اب صرف لعان کی صورت باقی ہے اور کچھ نہیں۔ مالکی' حنبلی اور شافعی فقہ میں اگر خاوند مغرب میں ہو بیوی مشرق میں اور دونوں کے ملنے کا امکان نہ ہو تو پیدا ہونے والی اولاد حلال کی نہیں ہو گی جبکہ فقہ حنفی میں خواہ امکان نہ ہو لیکن عقلاً ملنے کا امکان ہو تو اولاد حلال ہو گی بہر حال اگر کوئی شخص محض ڈی این اے ٹیسٹ کی وجہ سے اپنی بیوی پر حرام کاری کا الزام لگاتا ہے اور اپنی اولاد کو کسی اور کا سمجھتا ہے تو صرف اس ٹیسٹ کی وجہ سے بیوی پر حد نہیں لگوا سکتا اور نہ اولاد کو وراثت سے محروم کیا جائے گا۔ لعان کی صورت میں اولاد صرف ماں کی وارث ہو گی باپ کی نہیں۔

حافظ صلاح الدین یوسف صاحب:

مفسر قرآن حافظ صلاح الدین یوسف صاحب نے کہا کہ ڈی این اے ٹیسٹ کی بنیاد پر کسی پر حدود کا کیس نہیں بنتا اور نہ کسی کو زنا کا مجرم قرار دے کر سزا دی جا سکتی ہے۔ ایسی صورت میں الزام لگانے والوں پر حد قذف لگائی جائے گی۔ ٹیسٹ کی بنیاد پر اگر اس دعویٰ کو قبول کر لیا جائے تو اس سے بہت بڑے فتنے کا دروازہ کھل سکتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں غلط رپورٹ حاصل کر لینا کوئی مشکل کام نہیں۔ اگر اس قسم کی رپورٹوں پر نسب اور وراثت کے فیصلے ہونے لگے تو اس کے تباہ کن اثرات کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ انسانی معاشروں میں اس قسم کے دعوے اور قسم بازی عام ہے۔ ڈی این اے ٹیسٹ رپورٹ چار عینی گواہوں کے متبادل نہیں ہو سکتی۔

حدیث پاک میں مذکور ہے کہ ایک خوش شکل آدمی نے اپنے سیاہ رنگ بچے کو دیکھ کر اپنی بیوی پر شبہ کا اظہار کیا تو آپ ؐ نے فرمایا: "تمہارے پاس اونٹ ہیں؟" اس نے کہا: "ہاں!" آپ ؐ نے فرمایا: "وہ آپس میں مختلف رنگ کے ہیں؟" تو اس نے اثبات میں جواب دیا' آپ ؐ نے دریافت کیا: "سرخ اونٹوں میں سیاہ رنگ کیسے آ گیا؟" اس شخص نے کہا: "شاید کسی رگ نے کھینچا ہو۔" آپ ؐ نے فرمایا: "شاید تیرے لڑکے میں بھی آباؤ اجداد میں سے کوئی رگ آ گئی ہو۔" ترمذی شریف کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محض ٹیسٹ رپورٹوں کی وجہ سے کسی پر تہمت کا اظہار صحیح نہیں اور اگر کوئی ایسا کرے تو وہ درست نہیں۔

میڈیکل جیوری اور ڈاکٹری رپورٹ کی حیثیت:

ڈاکٹری رپورٹ میں عدالت کا تعاون مقصود ہوتا ہے کہ بعض کیسوں کی نوعیت اور حقیقت جاننے کے لئے ڈاکٹر اپنی فنی اور تکنیکی مہارت سے عدالت کو کیس کے بعض پہلوؤں کے متعلق آگاہ کرتا ہے خصوصاً زنا' قتل' لڑائی جھگڑا اور زہر خورانی کے واقعات میں' مثال کے طور پر عدالت میں زنا بالجبر کا کیس آتا ہے جس میں مدعیہ دعویٰ دائر کرتی ہے کہ فلاں شخص نے میرے ساتھ جبراً بُرے فعل کا ارتکاب کیا ہے جبکہ مدعا علیہ مذکورہ واقعہ سے انکار کرتا ہے تو ایسی صورت میں مدعیہ کے پاس شہادت بھی کوئی نہیں۔ اس سلسلہ میں عدالت ڈاکٹری رپورٹ سے مدد لیتی ہے کہ کیا مدعیہ کا دعویٰ درست ہے جس میں ڈاکٹر اپنی فنی مہارت' ظنی قرائن اور ضمنی علامات سے متعلقہ مر دوزن کا میڈیکل تجزیہ کرے گا کہ کیا واقعتاً ہی زنا بالجبر ہوا ہے جس میں مزاحمت کے وقت عورت کے جسم پر تشدد کے دیگر نشانات بھی

موجود ہیں اور باہم گتھم گتھا ہوتے وقت عورت یا مرد کے کپڑے بھی پھٹے ہیں؟ اگر پھٹے ہیں تو کس طرف سے؟ کیا عورت کے ہاتھ باندھے گئے تھے؟ ان پر کوئی نشانات موجود ہیں؟ اسی طرح کیا عورت کو بے ہوش کیا گیا تھا؟ اگر کیا گیا تھا تو کون سی چیز بے ہوشی کے لئے استعمال ہوئی؟ اگر ان میں سے کوئی بھی چیز نہیں ہے تو کیا ڈرا دھمکا کر یہ کام کیا گیا ہے جس میں عورت شدید پریشانی کا شکار ہو کر اپنا دماغی توازن کھو بیٹھی ہے وغیرہ وغیرہ۔

اس طرح کے کیس کی مثال قرآن پاک میں بھی موجود ہے کہ موقع کا گواہ کوئی نہیں ہے لیکن عورت نے جناب یوسف علیہ السلام کے خلاف الزام باطل لگا دیا ہے:

﴿وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ وَأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوٓءًا إِلَّآ أَنْ يُسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَنْ نَفْسِي وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ أَهْلِهَآ إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِينَ ۝ وَإِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِينَ ۝ فَلَمَّا رَأٰ قَمِيصَهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ إِنَّهُ مِنْ كَيْدِكُنَّ إِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيمٌ﴾ (یوسف: 25 تا 28)

مطلب یہ کہ جب عزیز مصر کی بیوی یوسف علیہ السلام کو لے کر محل کے اندر چلی گئی تو اس نے محل کے تمام دروازے بند کر لئے اور جناب یوسف علیہ السلام کو دعوت گناہ دینے لگی۔ یوسف علیہ السلام نے انکار کر دیا اور اپنے دامن کو گناہ سے بچانے کے لئے سرپٹ باہر کو دوڑ پڑے۔ عزیز مصر کی بیوی نے یوسف علیہ السلام کو پکڑنے کے لئے پیچھے دوڑ لگا دی جس کے نتیجے میں جناب یوسف علیہ السلام کی پیچھے سے قمیص بھی پھٹ گئی۔ جب یہ دونوں اچانک محل سے باہر نکلے تو عزیز مصر دروازے پر موجود تھا۔ عزیز مصر کی بیوی نے اپنے خاوند کو دیکھتے ہوئے جھٹ سے یوسف علیہ السلام پر الزام عائد کر دیا کہ یہ تو میرے ساتھ برائی کرنے والا تھا' میں تو بڑی مشکل سے جان بچا کر بھاگی ہوں۔ اس نے اپنے خاوند کو یوسف علیہ السلام کے متعلق بڑا اکسایا اور خود بڑی بھلی مانس بن گئی۔ اب یوسف علیہ السلام پریشان کہ کیا بنے؟ عورت ذات ہے بادشاہ نے دیکھ بھی خود لیا ہے جبکہ معاملہ بالکل برعکس ہے کہ میں تو صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوا باہر بھاگا تھا تو یہ کیا بن گیا۔

اب یہ عزیز مصر کا ذاتی معاملہ تھا' معاملہ طول پکڑ گیا' عورت الزام پر مصر ہے جبکہ یوسف علیہ السلام انکار کر رہے ہیں۔ معاملہ جب اہل تحقیق تک پہنچا تو ایک سنجیدہ اور سیانے آدمی نے مسئلہ کا

حل پیش کیا جس کو فریقین نے تسلیم کر لیا کہ دیکھ لیا جائے کہ اگر یوسف علیہ السلام کی قمیص آگے سے پھٹی ہے تو عورت سچی ہے کیونکہ عورت نے لامحالہ اپنا دفاع کرتے ہوئے اس کی قمیص کو آگے سے پھاڑ دیا ہے تب یوسف علیہ السلام جھوٹے ہیں' اگر قمیص پیچھے سے پھٹی ہوئی ہے تو یوسف علیہ السلام سچے ہیں کیونکہ اپنا آپ بچا کر بھاگتے ہوئے اس عورت نے یوسف علیہ السلام کی قمیص پیچھے سے کھینچ کر پھاڑ دی ہے تو یہ عورت جھوٹی ہے۔ یہ صرف اپنے خاوند کی ناراضگی سے بچنے کے لئے یوسف علیہ السلام پر الزام لگا رہی ہے۔ دیکھا گیا تو قمیص پیچھے سے پھٹی ہوئی تھی لہٰذا عزیز مصر نے بھی اپنی بیوی ہی کا قصور نکالا اور اسے توبہ کرنے کی تلقین کی۔ یوسف علیہ السلام سے کہا کہ یوسف تو اسے فراموش کر دے۔

تو ڈاکٹر بھی بعض ایسے ہی شواہد دیکھ کر رپورٹ مرتب کرتا ہے جس میں عدالت کو فیصلہ کرنے میں آسانی ہوتی ہے کہ واقعی مدعیہ سچی ہے یا کسی کو بدنام کرنے کے لئے اس نے جھوٹا مقدمہ بنوا دیا ہے۔

اسی طرح ڈاکٹر یہ بھی چیک کرے گا کہ کیا عورت کہیں بوس و کنار ہی کو تو زنا قرار نہیں دے رہی؟ کیا دخول ہوا ہے؟ اگر ہوا ہے تو عورت کے رحم میں پایا جانے والا مادہ منویہ کس کا ہے؟ مدعا علیہ شخص کا یا کسی اور کا ــــــــ؟

اسی طرح اس قتل کے کیس میں جس کی کوئی عینی شہادت نہیں پولیس کسی ملزم کو شبہ میں پکڑ لاتی ہے اور اس سے اسلحہ وغیرہ بھی برآمد کر لیتی ہے تو دیکھا جاتا ہے کہ فائر کس گن کا ہے؟ پستول کا ہے' بارہ بور کا ہے یا 7mm کا' 22 بور کا ہے یا 8mm کا؟ شبے میں پکڑے جانے والے ملزم سے کون سا ہتھیار برآمد ہوا ہے؟ فائر کتنی دور سے لگا ہے؟ موت کب واقع ہوئی ہے؟ فریقین کی لڑائی میں یہ کس کی گولی کا نشانہ بنا ہے؟ موت کا سبب بننے والا ہتھیار کس کے پاس تھا وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح لڑائی جھگڑے میں جھوٹے کیس کا عام رواج ہو چکا ہے کہ کسی کو خود ہی بلیڈ وغیرہ سے زخمی کیا اور ڈاکٹری نتیجہ لے کر پرچہ درج کروا دیا۔ اب ڈاکٹر دیکھے گا کہ لگنے والا کٹ اور زخم کس چیز کا ہے؟ خود لگایا گیا ہے یا مدعا علیہ نے لگایا ہے؟ کیونکہ اگر خود لگایا ہے تو بڑی مناسب جگہ کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ زخم بڑے مناسب طریقے سے لگایا جاتا ہے۔ خود لگایا ہے تو سامنے والے حصے پر ہو گا۔ اگر لڑائی میں فریق مخالف نے لگایا ہے تو زخم کٹا پھٹا' بے دردی سے اور قتل کے ارادے سے لگایا گیا ہو گا۔ سر یا جسم کی پچھلی جانب کہ جہاں مضروب کا اپنا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا وغیرہ وغیرہ۔

غیر مسلم ممالک میں تو چونکہ ان کا کوئی مؤثر قانون شہادت اور ضابطہ موجود نہیں ہے وہ تو کیس کی تحقیق میں 100 فیصد ہی ان چیزوں پر انحصار کرتے ہیں جبکہ اسلام میں ان چیزوں سے مدد تو لی جا سکتی ہے لیکن کلی انحصار ان پر نہیں ہوتا۔

حدیث رسول ہے آپ ؐ نے فرمایا:

((لَوْ يُعْطَى النَّاسُ بِدَعْوَاهُمْ، لَادَّعَىٰ نَاسٌ دِمَاءَ رِجَالٍ وَأَمْوَالَهُمْ، وَلٰكِنَّ الْيَمِينَ عَلَى الْمُدَّعَىٰ عَلَيْهِ))[27]

"اگر لوگوں کو ان کے دعووں کے مطابق دے دیا جائے تو لوگ تو صرف دعویٰ کی بنیاد پر ہی خون اور مال کے فیصلے طلب کریں گے لیکن فرمایا مدعا علیہ پر قسم ہے۔"

ایک دوسری حدیث میں آپ ؐ نے فرمایا:

((اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي، وَالْيَمِينُ عَلَى الْمُدَّعَىٰ عَلَيْهِ))[28]

"دلیل مدعی کے ذمہ ہے اور قسم مدعا علیہ پر ہے۔"

یعنی کیس کے ثبوت کے لئے شہادت اور دلیل کا پیش کرنا مدعی کی ذمہ داری ہے۔ اگر دلیل ہے تو ٹھیک اور اگر دلیل اور شہادت نہیں ہے تو پھر مدعا علیہ پر قسم ہے۔ ان دونوں احادیث میں اسلام نے بڑا سنہری اصول بیان فرمادیا ہے کہ صرف دعویٰ سے کام نہیں چلتا دلیل کی مضبوطی کی ضرورت ہے ورنہ مدعا علیہ قسم دے اور قسم کے ذریعے اپنی حالت واضح کرے۔ مندرجہ بالا اصول کی روشنی میں اسلام صرف ظنی اور ضمنی قرائن ہی کو نہیں دیکھتا بلکہ پختہ دلیل کا تقاضا کرتا ہے خصوصاً قصاص' دیت اور حدود میں ان تمام تقاضوں کا پورا ہونا ضروری ہے فقط ظنی قرائن پر فیصلہ کرنا درست نہیں لہٰذا عدالت ان تمام امور کو سامنے رکھ کر فیصلہ کرنے کی پابند ہے۔ صرف ڈاکٹر کی رپورٹ پر ہی کسی کو مجرم قرار دینا اور کسی کو بری کر دینا درست نہیں۔

چونکہ اسلام آسمانی اور الہامی مذہب ہے اس میں اسلامی اور انسانی معاشرے کی حفاظت کی مکمل ضمانت ہے اور اس میں کسی پر بھی ظلم وزیادتی کے تمام دروازے بند کر دیئے گئے ہیں۔ قصاص اور حدود میں اسلام کا مزاج سخت ہے' ایسے کیسوں میں اسلام مکمل شہادت اور دلیل طلب کرتا ہے فقط غیر مسلم ممالک کی تقلید میں ڈاکٹری رپورٹ ہی کو مرکزی حیثیت حاصل نہیں ہونی چاہئے بلکہ تمام دیگر قرائن کو ملا کر نتیجہ اخذ ہونا چاہئے۔

---

27 مسلم' کتاب الاقضیة' باب الیمین علی المدعی علیه: ۱۷۱۱

28 ترمذی' کتاب الاحکام' باب ماجاء فی ان البینة علی المدعی ۔۔۔ الخ: ۱۳۴۱

باب نمبر 9

پوسٹ مارٹم اور ڈائی سیکشن کی شرعی حیثیت

پوسٹ مارٹم اور ڈائی سیکشن:

بعض اوقات اُلجھے ہوئے کیس میں عدالت کو ڈاکٹری رپورٹ کی ضرورت پیش آتی ہے جس میں عدالت کو نتیجہ اخذ کرنے میں آسانی پیدا ہوتی ہے' ڈاکٹر وضاحت کرتا ہے کہ مقتول کی وجہ موت کیا ہے؟ موت کب واقع ہوئی؟ کس حادثہ میں واقع ہوئی؟ قاتل نے مقتول کو کس آلہ قتل سے قتل کیا؟ قاتل سے برآمد ہونے والا آلہ قتل کیا واقعی قتل میں استعمال ہوا ہے؟ مقتول کو لگنے والا زخم کیا اسی چیز کا ہے جو مقتول سے برآمد ہوئی؟ زخم لگنے کے کتنی دیر بعد مقتول کی موت واقع ہوئی؟ ضرب اور چوٹیں کہاں کہاں لگیں؟ کون سی ضرب موت کا سبب بنی؟ وغیرہ۔ یہاں تک تو معاملہ درست ہے کہ عدالت اگر تمام شواہد طلب کرتی ہے تو اس کے لئے ڈاکٹری ملاحظہ کروایا جاسکتا ہے لیکن ہمارے ہاں تو غیر مسلم ممالک کی اندھی تقلید ہے کہ پوسٹ مارٹم کے نام پر ساری لاش کی چیر پھاڑ کر دی جاتی ہے جو اسلامی نقطہ نظر سے میت کے مثلہ کرنے کے برابر ہے اور اسلام میں کسی کا مثلہ کرنا حرام ہے۔

عام لوگ تو نہیں جانتے لیکن ہمارے مسلمان ڈاکٹر بخوبی جانتے ہیں کہ میت کے جسم کے بعض اجزاء اور رطوبتیں بطور ڈرگ استعمال ہوتی ہیں اور ہماری بعض انتہائی اہم ادویات کا بنیادی جز ہیں جو پوسٹ مارٹم کرتے وقت بعض لاشوں سے حاصل کر لی جاتی ہیں۔ اس پر بے شمار شواہد موجود ہیں کہ بعض لوگ باقاعدہ انسانی ہڈیوں کی خرید و فروخت میں ملوث ہیں۔ پوسٹ مارٹم اور ڈائی سیکشن کے نام پر یہ کاروبار اب دن بدن بڑھتا چلا جا رہا ہے' اگر اس کا کوئی سدباب نہ کیا گیا تو انسانی لاشوں کی توہین جانوروں سے بھی زیادہ ہونے کا خدشہ ہے حالانکہ اسلام مسلمان کی میت کو احترام دیتا ہے۔ مسلمان ہی نہیں بلکہ

کسی بھی انسان کی لاش کی حتی الوسع حفاظت کرنی چاہئے اس لئے اسلام نے زمانہ جنگ میں مارے جانے والے غیر مسلم فوجیوں کی لاشوں کی بے حرمتی اور ان کا مثلہ کرنے سے منع کیا ہے۔

ہمارے ہاں یہ تصور اب ختم ہوتا جا رہا ہے۔ پوسٹ مارٹم کا کام کرنے والے ذرا بھی اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے کہ کل ہماری اپنی لاش کا یہی حال ہو سکتا ہے لیکن میرا خیال ہے کہ آج کا ڈاکٹر جدید دنیا سے اتنا متاثر ہو چکا ہے کہ وہ بالکل ان چیزوں اور اپنے اس انجام کو کوئی مسئلہ نہیں سمجھتا۔ اس کو مرنے کے بعد دوبارہ اُٹھنے پر یقین ہی نہیں رہا' اگر ہوتا تو وہ ایسا کرنے سے ڈرتا کہ میرے اللہ نے مجھ سے پوچھ لیا تو میں کیا جواب دوں گا؟ حکومت قانون بناتے وقت علماء سے راہنمائی نہیں لیتی' باہر کی دنیا کی نقالی ضرور کرتی ہے۔ پوسٹ مارٹم اور ڈائی سیکشن کا مسئلہ غیر قانونی کی وجہ سے ہمارے لئے انتہائی اذیت ناک بنتا جا رہا ہے جس میں میت کے ورثاء انتہائی کرب اور مشکل سے گزرتے ہیں تو میت کی توہین کی بھی حد ہو جاتی ہے جو کوئی مسلمان برداشت نہیں کر سکتا لیکن وہ قانون کے سامنے بے بس ہوتا ہے۔

پچھلے دنوں مجلہ "الدعوۃ" فروری 2005ء کی اشاعت میں جناب ارشاد احمد ارشاد صاحب کا تحقیقی مضمون کئی قسطوں میں شائع ہوا' اس کے بعض مندرجات یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

K.E کالج کا مردہ خانہ اور اناٹومی ایریا:

مضمون نگار لکھتا ہے کہ میں نے اس علاقے میں رہائش پذیر متعدد لوگوں سے ملاقاتیں کیں جو معلومات سامنے آئیں وہ نہایت روح فرسا اور لرزہ خیز ہیں۔ یہاں کے لوگ روزانہ اپنی صبح کا آغاز اگربتیاں سلگا کر کرتے ہیں تاکہ وہ انسانی گوشت کے جلنے کی بدبو سے بچ سکیں۔ کراکری کی ایک دوکان کے مالک سے جب میں نے معلومات چاہیں تو اس کا کہنا تھا:

"آپ ہم سے کیا پوچھتے ہیں' یہ دھواں جو اُٹھ رہا ہے جا کر اسے دیکھیں آپ کو خود ہی پتا چل جائے گا کہ یہ اناٹومی ایریا ہے یا شمشان گھاٹ۔ پریکٹیکل کے بعد بچے کھچے گوشت کو یہاں پھینک کر آگ لگا دی جاتی ہے۔ بعض دفعہ مہینے میں دو تین دفعہ آگ لگائی جاتی ہے۔ ایک دفعہ لگائی گئی آگ چار پانچ دن تک سلگتی رہتی ہے یوں انسانی گوشت سے جلنے کی بدبو ناقابل برداشت حد تک پھیل جاتی ہے۔"

ایک اور دوکاندار نے بتایا: "اگر اناٹومی ایریا میں لاشوں کے اعضاء کو جلا دیا جاتا ہے تو مردہ خانہ میں لاوارث لاشوں کی ہڈیاں فروخت کر دی جاتی ہیں۔ ہڈیوں کے خریدار میڈیکل کالج کے طلباء و طالبات ہوتے ہیں یا پھر جادو ٹونہ کرنے والے۔" نذیر علی نامی ایک شخص جس کی یہاں اپنی دوکانیں ہیں اور ان کے اوپر اس کی رہائش ہے جہاں سے اناٹومی ایریا کی تمام سرگرمیاں نظر آتی ہیں' کہتے

ہیں: "اناٹومی ایریا یا مردہ خانہ میں ہم نے جو انسانی لاشوں کی بے حرمتی دیکھی' اس کا کم از کم کسی مسلمان ملک میں تصور نہیں کیا جا سکتا۔ ایک دفعہ اناٹومی ایریا کی دیوار پر انسانی جسم کے لوتھڑے' چربی اور پھیپھڑے نما اعضاء پھینک دیئے گئے۔ یہ اعضاء آدھے دیوار پر اور آدھے دیوار سے نیچے اس طرح لٹک رہے تھے کہ جس طرح جھاڑیوں پر بوسیدہ کپڑا لٹکا ہو۔ جب میں نے اناٹومی کی سربراہ لیڈی ڈاکٹر سے بات کی تو اس نے معذرت کرنے کی بجائے کہا جو کچھ ہے ہماری اپنی حدود میں ہے' اپنی حدود میں ہم جو چاہیں کریں تم نے جو کرنا ہے کرلو۔"

نذیر علی کہتے ہیں کہ: "مردہ خانہ اور اناٹومی ایریا کے باہر ہم نے کتوں کو انسانی اعضاء منہ میں اُٹھائے بھاگتے اور خاکروبوں کو انسانی اعضاء جلاتے ہوئے خود دیکھا ہے۔ مجھے وہ خوف ناک منظر کبھی نہیں بھولتا جب میں نے ایک طاقتور کتے کو ایک کمزور سی لاش گھسیٹتے دیکھا' وہ منظر بھی میرے سامنے ہے جب میں نے کوؤں کو انسانی لاشیں نوچتے' کتوں کو انسانی اعضاء کھاتے اور خاکروبوں کو انسانی اعضاء جلاتے دیکھا۔"

چشم دید صورت حال:

اس کے بعد میں نے اناٹومی ایریا کو خود دیکھنے کا فیصلہ کیا' جب میں وہاں پہنچا تو 12x12 کا کباڑ خانہ گندگی اور غلاظت سے بھرا ہوا تھا۔ انسانی اعضاء بکھرے پڑے تھے اور آگ سلگ رہی تھی۔ میں نے دکھی اور بوجھل دل کے ساتھ وہاں اناٹومی کی سربراہ ڈاکٹر عطیہ سے ملنے کا پروگرام بنایا۔ جب ان کے آفس پہنچا تو وہ وہاں موجود نہ تھیں' ان کی عدم موجودگی میں ڈاکٹر توقیر سے ملاقات ہوگئی' میں نے ان سے سوال کیا کہ کیا آپ ڈائی سیکشن سے پہلے ان لاشوں کو غسل دے کر جنازہ وغیرہ پڑھاتے ہیں؟

ڈاکٹر صاحب کا جواب تھا: "ہمارے ہاں لاشوں کو غسل دینے اور جنازہ پڑھانے کا کوئی اہتمام نہیں البتہ وہ لاوارث لاشیں جو انسانیت کے بہتر مستقبل کے لئے استعمال ہوتی ہیں' ہم ان کی عظمت کو سلیوٹ ضرور کرتے ہیں۔"

سلیوٹ فوت ہونے والے مسلمان کی نماز جنازہ کا متبادل ہو سکتا ہے؟ میرے اس سوال کے جواب میں ڈاکٹر توقیر کہنے لگے کہ "آپ کی بات تو درست ہے مگر K.E کالج میں نماز جنازہ کا رواج نہیں۔"

عالم عرب کے مشہور ڈاکٹر سرجن احمد شرف الدین اپنے دور طالب علمی کی یادیں تازہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: "جب میں قصر عینی قاہرہ کے میڈیکل کالج کا سٹوڈنٹ تھا تب میں نے خود دیکھا کہ ڈائی

سیکشن یعنی چیر پھاڑ کے دوران لاشوں کی بے حرمتی کی جاتی تھی' یہاں تک کہ طلباء سگریٹ پی کر اسے میت کے ساتھ مسل کر بجھایا کرتے۔"[29]

پرانے خاکروب کی زبانی:

یہ صاحب مسیح ہیں اور اب تک ہزاروں پوسٹ مارٹم کر چکے ہیں۔ یہ بھی مجھے ایک پوسٹ مارٹم ایگزامینیشن لیبارٹری میں لے گئے جہاں ایک برہنہ لاش کی چیر پھاڑ کا عمل جاری تھا۔ وہاں تین آدمی موجود تھے' ان میں سے ایک ہاتھ میں آری اور ہتھوڑا تھامے کھوپڑی کاٹنے اور توڑنے میں مصروف تھا——— اور اس طرح مصروف تھا جس طرح چھینی اور ہتھوڑی سے ٹائلیں کاٹی یا توڑی جاتی ہیں۔

کھوپڑی کاٹنے والا ڈاکٹر گو خاصا طاقتور تھا مگر آری کند ہونے کی وجہ سے اسے دقت پیش آ رہی تھی۔ سر کے چاروں طرف آری چلانے کے بعد جب اس نے کھوپڑی کو الگ کرنا چاہا تو وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ خاکروب مجھے بتانے لگا کہ کھوپڑی کے بعض حصے ابھی تک نہیں کٹ سکے اس لئے کھوپڑی الگ نہیں ہو رہی۔ اسی اثناء میں ڈاکٹر نے ہتھوڑی کے ساتھ بعض جگہوں پر ٹھوکر لگا کر کھوپڑی کو ہاتھ سے جھٹکا دیا تو وہ اس طرح الگ ہوئی جس طرح گھڑے سے پیالہ اُٹھا لیا جاتا ہے۔ اس کے بعد اس نے جھلی کو کاٹ کر دماغ نکال لیا پھر ایک تیز دھار آلے سے گردن کے نیچے سے لے کر ناف تک جسم چاک کر کے سینے کی ہڈی کو ہتھوڑی سے توڑ دیا۔ اب لاش کے اوپر والا حصہ پوری طرح چاک ہو چکا تھا۔ یہ لرزہ خیز منظر دیکھ کر میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا اور میری حالت غیر ہونے لگی۔ خاکروب نے مجھے آواز دے کر کہا کہ جناب آپ نے ہمارے خاکروب کی مہارت دیکھی؟ میں نے حواس باختگی میں اس سے پوچھا کہ کیا یہ پوسٹ مارٹم کرنے والا ڈاکٹر نہیں؟ تو اس نے بتایا کہ آپ لوگ کمال کرتے ہیں میں نے پہلے نہیں آپ کو بتایا تھا کہ پوسٹ مارٹم کا سارا کام ہم خاکروب ہی کرتے ہیں۔

خواتین کا پوسٹ مارٹم:

میں نے بڑی حیرانی سے اس سے پوچھا کہ کیا خواتین کی لاشیں بھی پوسٹ مارٹم کے لئے یہاں ہی لائی جاتی ہیں تو وہ کہنے لگا کہ جی ہاں! پنجاب بھر سے پوسٹ مارٹم کے لئے خواتین کی لاشیں یہاں لائی جاتی ہیں اور خواتین کی لاشوں کا پوسٹ مارٹم بھی ہم خاکروب ہی کرتے ہیں۔

---

29 الاحکام شرعیہ الطبیہ:۷۱

انسانی ہڈیوں کی خرید و فروخت:

اس کے بعد مختلف کمروں سے ہوتا ہوا میں ایک اور کمرے میں پہنچا تو وہاں سفید کپڑے کی ایک گٹھڑی پڑی ہوئی تھی جب میں نے اسے کھول کر دیکھا تو اس میں چمکتی دمکتی انسانی ہڈیاں تھیں۔ جب میں نے کھوج لگایا کہ یہ ہڈیاں اتنی صاف کیسے ہو گئی ہیں تو مجھے پتا چلا کہ بعض لاشوں سے جب گوشت اتار لیا جاتا ہے تو اس کے بعد ہڈیوں کو کھولتے پانی میں ڈال دیا جاتا ہے جس سے ہڈیاں بالکل صاف ہو جاتی ہیں' پھر یہ ہڈیاں میڈیکل سٹوڈنٹس یا جادو ٹونہ کرنے والوں کے ہاں فروخت کر دی جاتی ہیں۔

یہ اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے:

محترم قارئین! یہ صورتحال کسی غیر مسلم ملک کی نہیں بلکہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دل لاہور شہر کی ہے جس میں یقیناً ہمارے ہی لوگ آتے ہیں اور ان کی لاشوں کا یہ حال ہوتا ہے۔ یہ صورتحال تو ہے صرف ایک اناٹومی اور مردہ خانہ کی نہ جانے ملک کے دیگر شہروں میں صورتحال اس سے بھی زیادہ خراب ہو۔

اب میں پوچھتا ہوں اہل پاکستان اور اہل اقتدار سے کہ کیا روشن خیال اور روشن پاکستان اسی کا نام ہے؟ کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ آپ کی اپنی لاش یا آپ کے کسی قریبی عزیز کی لاش کی اس طرح بے حرمتی ہو؟ اگر آپ اپنے لئے یہ پسند نہیں کرتے تو پھر دیگر پاکستانیوں کے لئے آپ کیونکر ایسا کرتے ہیں؟

ڈاکٹر' عدلیہ اور انتظامیہ:

ڈاکٹر صاحبان' عدلیہ اور پولیس انتظامیہ آخر اس طرح کے پوسٹ مارٹم اور ڈائی سیکشن سے کون سے جرائم پر قابو پانا چاہتی ہے؟ کیا یہ فقط غیر مسلم ممالک کی اندھی تقلید نہیں ہے؟ کیا یہ لاش کا مثلہ کرنے کے ضمن میں نہیں آتا؟ رسول اللہ ﷺ نے تو مردہ کی ہڈی توڑنے کو زندہ کی ہڈی توڑنے کے جرم کے برابر قرار دیا ہے۔ جس قدر زندہ شخص کی حرمت و احترام ہے ویسے ہی مردہ کا بھی ہے تو کیا کہیں تقلید اغیار میں ہم اندھے تو نہیں ہو گئے؟ ہم سب لوگ مل کر اس صورتحال کی اصلاح کی کوشش کیوں نہیں کرتے؟ کیا جدید دور کا یہی تقاضا ہے کہ ہم اپنے دین ہی کے خلاف کرنا شروع کر دیں۔

پچھلے صفحات میں ذکر کردہ حد تک تو عدالت ڈاکٹر سے کیس کی نوعیت جاننے کے لئے رپورٹ لے سکتی ہے جس میں ڈاکٹر اپنی فنی مہارت اور پیشہ ورانہ تجربہ سے بعض تکنیکی چیزیں عدالت کو بتائے گا۔ اس غرض سے تو لاش کا معائنہ کیا جا سکتا ہے لیکن یہ جو دوسری صورت حال بنادی گئی ہے اس کی شریعت اسلامیہ میں بالکل گنجائش نہیں' یہ تو سراسر جاہلانہ فعل اور احترام آدمیت کے بالکل خلاف ہے۔

اس مختصر صورتحال کے بیان کے بعد وقت کے مقتدر علماء کے فتاویٰ جات درج کئے جاتے ہیں تاکہ اس کی شرعی حیثیت کا تعین ہو سکے۔

حکومت پاکستان ملکی قانون اور آئین کی وجہ سے پابند ہے کہ وہ ان غیر شرعی' غیر اسلامی اور غیر انسانی پوسٹ مارٹم پر پابندی لگائے اور ضرورت کے مطابق ڈاکٹر کو صرف لاش کے معائنے تک محدود کرے نیز عورتوں کے لئے صرف عورت ڈاکٹر ہی کو معائنے کی اجازت ہو' چیر پھاڑ کے علاوہ اگر ضرورت محسوس ہو تو لاش کے قابل پردہ اعضاء کو بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

فضیلۃ الشیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ کی رائے:

محترم جناب مولانا مبشر احمد ربانی علمی حلقوں میں کسی تعارف کے محتاج نہیں' اب تک ہزاروں مسائل پر فتاویٰ صادر کر چکے ہیں جو کئی جلدوں میں چھپ کر مارکیٹ میں آ چکے ہیں۔ علم حدیث کے ساتھ انہیں خاص تعلق ہے۔ پوسٹ مارٹم اور ڈائی سیکشن کے متعلق وہ فرماتے ہیں:

دور حاضر میں انسانی لاش کا پوسٹ مارٹم عام وطیرہ بن چکا ہے۔ اس کے ذریعے قتل یا زخمی ہونے کی صورت میں وجوہات قتل وغیرہ کی آڑ میں انسانی اعضاء کی چیر پھاڑ کی جاتی ہے۔ ہمیں قرآن و حدیث کی روشنی میں غور و فکر کرنا ہے کہ کیا کسی میت کی چیر پھاڑ کرنا شرعی طور پر درست ہے؟ مختلف ذرائع سے حاصل ہونے والی معلومات سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ پوسٹ مارٹم انسانیت کی توہین ہے اور یہ مثلہ کے ضمن میں آتا ہے۔

مثلہ کی تعریف یہ ہے: **مثلت بالقتیل اذ جدعت انفه وأذنه ومزاکیره او شیئا من اطرافه۔** یعنی جب آپ کسی کے ناک' کان مزاکیر اور اس کے اطراف' اکناف سے کچھ بھی قطع کر دیں تو اس وقت عربی میں **مَثَّلْتُ بِالْقَتِيْلِ** کہا جاتا ہے یعنی میں نے قتیل کا مثلہ کر دیا۔[30]

---

30 النهایه:۱۔۶۳۲

علامہ زمخشری لکھتے ہیں: **مثلت بالرجل امثل به مثلاً اذا سودت وجهه او قطعت انفه وما اشبه ذالك الفائق۔**[31]

ناک کان کاٹ دیں یا اس سے ملتی جلتی اشیاء قطع کر دیں۔

امام خطابی فرماتے ہیں: **المثلة تعذیب المقتول بقطع اعضاء۔** مقتول کو اس کے اعضاء کاٹ کر عذاب دینے کا نام مثلہ ہے۔[32]

خلاصۃ القول یہ ہے کہ میت کے اعضاء کاٹنا جیسے ناک' کان اور دیگر یا اس کے چہرے کو بگاڑنا مثلہ ہے اور مثلہ کی ممانعت پر کئی ایک احادیث صحیح صریح موجود ہیں۔ عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((أَنَّهُ نَهٰی عَنِ النُّهْبیٰ وَالْمُثْلَةِ))[33]

"نبی اکرمؐ نے نہبیٰ اور مثلہ سے منع کیا ہے۔" مثلہ کی ممانعت کے متعلق عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مسند احمد (33/-90-91) مغیر بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مسند احمد (82/30) وغیرہ میں موجود ہے۔ یہ احادیث صحیحہ صریحہ مثلہ کی تحریم پر صراحتاً دلالت کرتی ہیں اور پوسٹ مارٹم کی جو صورتحال ہے' وہ مثلہ سے ملتی جلتی ہے اس لئے کہ میت کا پوسٹ مارٹم کرنا اور اس کے اعضاء کو کاٹنا حرام ہے۔

دوسری وجہ اس کی تحریم کی یہ ہے کہ رسول اللہؐ نے میت کی ہڈی توڑنے سے منع کیا ہے اور اسے زندہ کی ہڈی توڑنے کے برابر قرار دیا ہے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

((اِنَّ كَسْرَ عَظْمِ الْمُؤمِنِ مَيْتاً مِثْلُ كَسْرِ عَظْمِهِ حَيّاً))[34]

"بلاشبہ مومن میت کی ہڈی توڑنا اس کی زندگی میں ہڈی توڑنے کی طرح ہے۔"

امام نوویؒ فرماتے ہیں اس حدیث کو ابوداوٗد' ابن ماجہ اور بیہقی نے صحیح اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس کی سند میں سعد بن سعید ہے جس کی توثیق میں اختلاف کیا گیا ہے اور مسلم میں اس کی روایت بیان کی گئی ہے۔ یہی حدیث بیہقی نے ایک دوسری سند سے بیان کی ہے جس میں سعد بن سعید

---

31 الفائق فی غریب الحدیث: ۳۔۲۲۵

32 عون المعبود: ۳۔۶

33 بخاری' کتاب الذبائح والصید' باب مایکره من المثلة: ۵۵۱۶

34 مسند احمد ۶۔۵۸' ابوداود' کتاب الجنائز' باب فی الحفار یجد والعظم: ۳۲۰۷

کے علاوہ یحییٰ بن سعید انصاری آتے ہیں جو محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔ اس متابعت کی وجہ سے یہ روایت ثقہ ہے خلاصۃ الاحکام / کتاب الجنائز 217 لہٰذا اس حدیث کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ میت کی ہڈی توڑنا زندہ کی ہڈی توڑنے کی طرح ہی جرم اور گناہ ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ نے فتح الباری میں نقل کیا ہے کہ اس حدیث سے یہ فائدہ اخذ کیا جاتا ہے کہ مومن کی حرمت اس کی موت کے بعد بھی باقی رہتی ہے جیسا کہ اس کی زندگی میں تھی۔

اسی طرح امام نووی رحمتہ اللہ نے بھی اس کو غلط قرار دیا ہے۔ امام ابن حبان رحمتہ اللہ اور امام طحاویؒ کا بھی یہی مؤقف ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مردہ انسان کی ہڈی کی عزت و حرمت زندہ انسان کی ہڈی کی طرح ہے فرق اتنا ہے کہ مردہ انسان کی ہڈی میں حیات نہیں ہے لہٰذا مردہ انسان کی ہڈی توڑنے والا گناہ گار ہے البتہ قصاص و دیت واجب ہونے کا سبب حیات ہے اور مردہ کے جسم میں حیات نہیں ہوتی اس لئے اس کے بدلے قصاص و دیت نہیں ہے۔

علامہ ابن عبدالبر رحمتہ اللہ فرماتے ہیں مؤطا میں حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے آخر میں جو یعنی "فی الاثم" ہے یعنی یہ گناہ میں زندہ کی طرح ہے۔

بخاری میں ایک حدیث ہے:

((ومن قتل نفسه بشئی عذب به في نار جهنم))[35]

"جس نے اپنے آپ کو کسی چیز کے ساتھ قتل کیا وہ اس چیز کے ساتھ جہنم میں عذاب دیا جائے گا۔"

حافظ ابن حجر رحمتہ اللہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں انسان کا اپنے آپ کو ہلاک کرنا ایسا جرم ہے جیسا کہ وہ کسی دوسرے کو ہلاک کرے اس لئے کہ اس کا نفس مطلق طور پر اس کی ملکیت نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے۔ انسان اس جسم میں کسی قسم کا تصرف نہیں کر سکتا صرف اس سے اس حد تک نفع حاصل کر سکتا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے۔[36]

آدمی کے اعضاء کے ساتھ نفع حاصل کرنا جائز نہیں کیا گیا' نجاست کی وجہ سے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کرامت و بزرگی کی وجہ سے اور یہی بات صحیح ہے۔

---

35 بخاری' کتاب الادب' باب من اکفر اخاه بغیر تاویل فهو کما قال: ٦١٠٥

36 فتح الباری ١١_ ٥٣٩

مذکورہ بالا احادیث اور علماء و محدثین کی تصریحات سے یہ واضح ہو گیا ہے کہ جب کوئی مسلمان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے جسم کی عزت و حرمت اسی طرح ہے جیسے اس کی زندگی میں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے کہیں بھی انسان کو ہڈی توڑنے' جسم کے اعضاء نکال کر عطیہ دینے یا فروخت کرنے اور خریدنے کی اجازت نہیں دی جو لوگ پوسٹ مارٹم کرنے کی وجوہات تعلیم و تعلّم یا قتل کی وجوہات معلوم کرنا وغیرہ بیان کرتے ہیں' ان کے پاس اس کی کوئی وزنی یا پختہ دلیل موجود نہیں۔

قتل کی وجوہات ڈھونڈنے کے لئے شرعی طریقے اختیار کئے جائیں اور اصول اسلامیہ اور قوائد دینیہ اپنائے جائیں۔ قتل کے مدعی سے گواہی اور دلیل طلب کی جائے جیسا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا البینۃ علی المدعی یعنی دلیل مدعی کے ذمہ ہے۔[37]

اور گواہ نہ ہونے کی صورت میں مدعاعلیہ سے قسم لی جائے جیسا کہ اس حدیث کے آخر میں ہے **والیمین علی المدعی علیہ** یعنی قسم مدعاعلیہ پر ہے۔ اگر قاتل نامعلوم ہو تو اس کی تفتیش کی جائے جس علاقے سے مقتول کی لاش ملی ہو اس علاقے کے لوگوں سے معلوم کیا جائے جسے قسامہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ زمانہ جاہلیت سے یہ رواج چلا آتا ہے اور اسلام نے اس طریقے کو بحال رکھا ہے۔ بخاری (7192) اور مسلم (1669) میں خیصہ اور حویصہ رضی اللہ عنہما کے متعلق احادیث موجود ہیں۔ قسم کے بعد مقتول کی دیت کا فیصلہ کر دیا جائے۔

لیکن ان شرعی اصول و ضوابط سے پہلو تہی کر کے انگریزی قانون کو جاری کیا جاتا ہے جو غلامانہ ذہنیت کا شاخسانہ ہے۔ راقم الحروف اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ پوسٹ مارٹم کسی بھی طرح جائز نہیں۔ یہ انسانی عزت و حرمت کے خلاف ہے بلکہ انسانی توہین ہے۔

فضیلۃ الشیخ حافظ عبد المنان نورپوری:

کہا جاتا ہے کہ قتل کا سراغ لگانے اور قتل کی وجوہات تلاش کرنے کے لئے پوسٹ مارٹم ضروری ہے۔ اسی طرح ڈائی سیکشن کے جواز میں کہا جاتا ہے کہ اس کے ذریعے بیماریوں کا سدباب اور نئی طبی تحقیق کی راہیں کھلتی ہیں۔ قائلین کا یہ بھی کہنا ہے کہ پوسٹ مارٹم اور ڈائی سیکشن انسانی صحت کی بحالی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں حالانکہ ہر وہ کام جو خلاف شریعت ہو' وہ انسان کی تباہی و بربادی کا سبب تو بن

---

37 ترمذی: ۱۳۴۱۔ عبدالرزاق: ۱۵۱۸۴

سکتا ہے' فلاح و کامیابی کا ذریعہ ہر گز نہیں ہو سکتا۔ احادیث میں واضح طور پر موجود ہے کہ مردہ انسان کی ہڈی توڑنا زندہ انسان کی ہڈی توڑنے جیسا ہے اور یہ کہ رسول اللہ ؐ نے مثلہ کرنے سے منع کیا ہے۔

پوسٹ مارٹم اور ڈائی سیکشن مثلہ کی جدید قسم ہے۔ ان دونوں کی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں جو لوگ کہتے ہیں کہ ان کے ذریعے جرائم کی بیخ کنی ہوتی ہے' ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ کیا اس سے دنیا میں قتل و غارت کی وارداتیں کم ہو گئی ہیں؟ اگر جرائم کی بیخ کنی کا دعویٰ تسلیم کر لیا جائے تو چاہئے تو یہ تھا کہ وارداتیں کم ہو جاتیں لیکن یہ سلسلہ دن بدن بڑھ رہا ہے اور ان میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اسی طرح ڈائی سیکشن کے متعلق دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اس سے بیماریوں کا قلع قمع ہوتا ہے یہ دعویٰ بھی محل نظر ہے' امن و امان کی بحالی انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین سے ممکن نہیں۔ پوسٹ مارٹم اور ڈائی سیکشن دونوں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والے کام ہے۔ ہمیں یہ بات اچھی طرح جان لینی چاہئے کہ انسان کی کامیابی اسلام کے بتائے ہوئے طریقوں میں مضمر ہے۔ جب انسان اسلام کے بتائے ہوئے طریقے سے ہٹ جاتا ہے تو وہ راہ ہدایت سے بھٹک جاتا ہے۔

حافظ صلاح الدین یوسف (مشیر وفاقی شرعی عدالت' پاکستان):

علماء کا مؤقف ہے کہ ہر نئی چیز یا ہر نئے معاملے کا دلائل کی روشنی میں جائزہ لیا جائے اور اس کے بعد جواز' عدم جواز یا عدم استعمال کا فیصلہ کیا جائے۔

اس غور و فکر کے لئے ہمیں قرآن کریم کے بیان کردہ ایک اصول سے بہت اچھی راہنمائی ملتی ہے اور وہ اصول ہے شراب اور جوئے کے بارے میں ان کی حرمت کے متعلق پہلی ابتدائی وضاحت (**فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ**) کہ ان میں اگرچہ کچھ فائدے بھی ہیں لیکن گناہ بہت زیادہ ہے۔ اس سے یہ اصول معلوم ہوا کہ ہر نئی چیز اور ہر پیش آمدہ نئے معاملے کا جائزہ لے کر دیکھا جائے کہ اسلام کے نقطۂ نظر سے اس کے مفاسد کیا ہیں؟ اور منافع کیا؟ کیونکہ دنیا کی کوئی چیز ایسی نہیں جس کا کچھ نہ کچھ فائدہ نہ ہو اس لئے کسی چیز کی محض افادیت جواز کے لئے کافی نہیں بلکہ یہ ضروری ہے کہ اس کی افادیت نقصانات کے مقابلے میں بہت زیادہ ہو لیکن اگر اس کے نقصانات فوائد سے زیادہ ہوں تو اس سے اجتناب ضروری ہوگا۔

جدید مسائل میں ایک مسئلہ انسانی لاش کے پوسٹ مارٹم کا ہے۔ اس کی افادیت یہ بتلائی جاتی ہے کہ اس کے ذریعے ملزم کا سراغ لگانے میں مدد ملتی ہے علاوہ ازیں میڈیکل کے طلباء و طالبات کو بھی میڈیکل تجربات کے لئے لاش کی چیر پھاڑ سے بہت فائدے حاصل ہوتے ہیں لیکن پوسٹ مارٹم کے

ذریعے جو انسانی لاش کی بے حرمتی کی جاتی ہے' یہ تھوڑا سا فائدہ بے حرمتی کے لئے جواز نہیں بن سکتا جبکہ انسانی لاش کی بے حرمتی حدیث نبوی ﷺ کی روح سے حرام اور ممنوع ہے۔

علاوہ ازیں یہ دونوں فائدے ایسے ہیں کہ جن کے لئے دیگر ذرائع بھی استعمال کئے جاسکتے ہیں بنابریں پوسٹ مارٹم اور ڈائی سیکشن کا موجودہ طریقہ اور سلسلہ ایسا ہے کہ اس کا شرعی جواز سخت محل نظر ہے۔اس کے لئے متبادل ذرائع سوچنے اور اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔

پوسٹ مارٹم کا مروجہ طریقہ بالکل غیر شرعی' غیر اسلامی اور غیر انسانی ہے جس میں مسلمان لاشوں کی سخت بے حرمتی ہوتی ہے۔لاشوں کا جو حشر کیا جاتا ہے وہ بیان کردہ صورتحال کے پیش نظر انتہائی غیر اخلاقی ہے جس کی کوئی بھی لواحق اور میت کا وارث اجازت نہیں دیتا۔اگر اس کا مقصد صرف کیس کی تحقیق میں مدد لینا ہے تو صرف میت کی ظاہری لاش کا معائنہ کیا جاسکتا ہے وہ بھی پردے اور آداب انسانی کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کی چیر پھاڑ کرنا' بعض اعضاء کو بطور دوائی استعمال میں لانا اور خرید و فروخت کرنا یہ قطعی طور پر درست نہیں بلکہ حرام ہے۔

ڈائی سیکشن برائے تعلیم؟

اسلامی ممالک میں ڈائی سیکشن کا جو طریقہ کار ہے یہ بھی درست نہیں بلکہ پچھلے صفحات میں بیان کردہ احوال کے پیش نظر وہ غلط ہے لہٰذا اس کو چھوڑ کر متبادل اور مناسب طریقے اختیار کئے جاسکتے ہیں جن سے طلباء و طالبات کو فائدہ ہو مگر اسلامی آداب کی خلاف ورزی نہ ہو' مثلاً:

1- آپریشن کرتے وقت نئے طلباء کو مطالعہ کے لئے پاس کھڑا کر لیا جائے اور ساتھ ساتھ ان کو بتایا جائے ورنہ بعد میں تفصیل بیان کر دی جائے۔

2- پلاسٹک اناٹومی سے کام لیا جائے۔

3- ماڈل اور مصنوعی چیزوں سے استفادہ کیا جائے۔

4- ماڈل کی تہوں کو ہٹا کر دکھایا جائے اور جسم انسانی کی اندرونی ساخت کا مطالعہ کروایا جائے۔اس ضمن میں کلاسیفائیڈ اناٹومی کا استعمال کیا جائے۔

اس سے بھی کام نہ چلے تو غیر مسلم ممالک میں ہونے والے آپریشن اور انسانی جسم پر ہونے والی تحقیق انٹرنیٹ کے ذریعے طلباء و طالبات کو دکھائی جائے اور اب تک ہونے والی سابقہ تحقیق سے فائدہ اٹھایا جائے۔

5- طلباء کو غیر اسلامی ممالک کے مطالعاتی دورے کروائے جائیں جن میں اسلامی اصولوں پر سختی سے عمل کیا جائے تا کہ کوئی فتنہ جنم نہ لے۔

6- حلال جانوروں کو ذبح کر کے ان کے اجسام کا بھی مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

7- غیر مسلم لاشوں پر بھی تجربات ہو سکتے ہیں اور یہ غیر مسلم ممالک سے معاہدہ کر کے طلباء کو مطالعہ کروایا جا سکتا ہے چونکہ اصل حرمت تو مسلم اجسام کی ہے۔

محدث عصر علامہ ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ کی رائے:

موجودہ دور کے عظیم محدث محمد ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی معروف کتاب "تلخیص احکام الجنائز" میں رقمطراز ہیں:

((وَالدَّلِيْلُ عَلَيْهِ قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّ كسر عظم المومن ميتا قتل كسره حيا والحديث دليل على تحريم كسر عظم الميت المؤمن ولهذا جاء في كتب الحنابلة' انه لا حرمة لعظام غير المؤمنين لاضافة العظم المؤمن في قوله ''عظم المؤمن'' فأفاد ان عظم الكافر ليس كذلك وقد أشار إلى هذا المعنى الحافظ في ''الفتح'' بقوله يستفاد منه ان حرمة المؤمن بعد موته باقية كما كانت في حياته ومن ذلك يعرف الجواب عن السوال الذي يتردد على الألسنة كثير من الطلاب في كليات الطب ''وهو'' هل يجوز كسر العظام لفهمها واجراء التجربات الطبية فيها۔

والجواب..... لا يجوز ذلك في عظام المؤمن ويجوز في غيرها ويؤيده نبش قبور الكفار لأنه لا حرمة لها كما دل عليه مفهوم الحديث أنس بن مالك رضي الله عنه فأمر النبي بقبور المشركين فنبشت ثم بالخرب فسويت..... الخ))[38]

رسول اللہؐ کے فرمان کے مطابق مومن مسلمان میت کی ہڈی توڑنا زندہ کی ہڈی توڑنے کے برابر ہے۔ حدیث میں الفاظ "عظم المؤمن" سے صرف مومن و مسلمان کی تخصیص ہوتی ہے کافر اس میں شامل نہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ نے بھی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

---

38 احکام الجنائز: ۹۱-۹۲-۹۳

لہٰذا میڈیکل کالجز کے طلباء و طالبات کفار کی لاشوں پر تجربات اور تحقیق کر سکتے ہیں چونکہ ان کی لاشوں کی حرمت ان کے کفر کی وجہ سے باقی نہیں ہوتی' اس کی تائید سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی ہوتی ہے' جس میں آپ نے کفار سے ایک قطعہ زمین خریدا جس میں ان کی قبریں تھیں۔ زمین خریدنے کے بعد آپؐ نے انہیں اکھاڑنے اور برابر کرنے کا حکم دیا چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تعمیل حکم کرتے ہوئے ان کو اکھاڑ کر برابر کر دیا اور قبرستان میں جو درخت تھے وہ بھی کاٹ دیئے۔

لہٰذا دلائل مذکورسے یہ ثابت ہوا کہ اگر ڈائی سیکشن کرنا طلباء کے لئے باوجود دیگر طریقوں کے ضروری ہو تو کفار کی لاشیں استعمال کی جاسکتی ہیں' مومن اور مسلمان کی نہیں کیونکہ اس کی حرمت مرنے کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔

باب نمبر10

کزن میرج اور اسلام

امریکہ کی بعض ریاستوں میں کزن میرج پر قانونی پابندی عائد ہے۔ اسی طرح دنیا کے دیگر ممالک میں بھی اس کو بہت بُرا سمجھا جاتا ہے جس سے ہمارے مسلمان جو ان ملکوں میں رہتے ہیں' وہ بھی ایسا ہی ذہن رکھنے لگے ہیں جس کے اثرات ہمارے ملک تک بھی پھیل رہے ہیں اور میڈیا کی وجہ سے یہ اثرات بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ دنیا میں بھیڑ چال کی سی کیفیت ہے' دیکھا دیکھی غیر مسلموں کی اندھی تقلید پر فخر کیا جانے لگا ہے۔ اس وباء میں ہمارے ڈاکٹر حضرات کچھ زیادہ ہی مبتلا نظر آتے ہیں اور بلا سوچے سمجھے لوگوں کو کزن میرج سے روک رہے ہیں حالانکہ اس کے متعلق شاید امریکیوں نے تو کوئی تحقیق کی بھی ہو لیکن ہمارے ہاں نہ تو کوئی تحقیق ہے اور نہ ہمارے معاشرے میں اس کے بُرے اثرات دیکھنے میں آئے ہیں بلکہ یہ صرف دیکھا دیکھی دنیا کی اندھی تقلید میں ایسا کرتے نظر آتے ہیں جو ایک انتہائی غلط روش ہے۔ بحیثیت مسلمان ہمیں اپنے دین اور مذہب سے تو ضرور راہنمائی لینی چاہئے جو بھی چیزیں اللہ تعالیٰ نے حلال کی ہیں' یہ ہرگز انسانوں کے لئے نقصان دہ نہیں ہو سکتیں اور جو چیزیں اسلام نے حرام کی ہیں وہ کبھی بھی ہمارے فائدہ میں نہیں ہو سکتیں تو ہمیں ہمیشہ اسلام کی روشن تعلیمات ہی سے روشنی حاصل کرنی چاہئے۔

ہماری یونین کونسل کے سابقہ چیئرمین صاحب جو بڑے تعلیم یافتہ اور جہاں دیدہ شخص ہیں' بڑے تجربہ کار سیاستدان ہیں' ان کے بھائی امریکہ میں ہیں ان کی اولاد جوان ہے۔ ان کی اولاد کی شادی کے متعلق بات ہو رہی تھی تو میں نے ان سے کہا: آپ اپنے بیٹے کا رشتہ امریکہ میں رہائش پذیر اپنے بھائی کی بیٹی سے کیوں نہیں کر لیتے۔ وہ کہنے لگے اس کے متعلق سوچیں گے کہ کیا کرنا ہے لیکن امریکہ کی جس ریاست میں وہ آباد ہیں' وہاں کزن میرج پر سخت پابندی ہے جس کی بناء پر وہاں رہتے ہوئے یہ

مشکل ہے۔ چوہدری صاحب دیندار آدمی ہیں' وہ اس چیز کو سمجھتے ہیں لیکن لاہور اور کراچی کے بنگلوں میں بسنے والی مخلوق اس مسئلہ میں امریکی ذہن ہی رکھتے ہیں۔

لہٰذا اس کے متعلق ہم قرآن حکیم میں سے سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر 50 کا کچھ حصہ درج کرتے ہیں تاکہ کزن میرج کی اسلامی حیثیت کی وضاحت ہو سکے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَکَ اَزْوَاجَکَ الّٰتِیْٓ اٰتَیْتَ اُجُوْرَھُنَّ وَمَا مَلَکَتْ یَمِیْنُکَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلَیْکَ وَبَنٰتِ عَمِّکَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِکَ وَبَنٰتِ خَالِکَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِکَ الّٰتِیْ ھَاجَرْنَ مَعَکَ)

(احزاب:50)

"اے نبیؐ! بے شک ہم نے حلال کی ہیں تیرے لئے وہ بیویاں جن کو تو ان کے حق مہر دے چکا ہے اور وہ جو مال غنیمت میں سے تجھے ملی ہیں اور تیری ملکیت میں ہیں اور بیٹیاں تیرے چچاؤں کی اور تیری پھوپھیوں کی بیٹیاں اور تیری ماموں کی بیٹیاں' خالاؤں کی اور وہ جو ہجرت کر کے آئی ہیں تیرے ساتھ ــــــــ الخ"

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے کزن میرج کی زد میں جتنے بھی رشتے آتے ہیں' ان سب کا نام لے کر اپنے نبیؐ کو مخاطب کر کے **اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَکَ** سے تمام وضاحت فرما دی کہ اے نبیؐ! بے شک یہ تمام عورتیں تیرے لئے ہم نے حلال کی ہیں جن سے تیرا دل چاہے تو شادی کر' اگر ان میں طبّی نقطہ نظر سے کوئی خرابی ہوتی تو یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ کو منع کر دیتے اور آپؐ کی اُمت پر بھی پابندی لگا دیتے لیکن اسلام نے ایسا کرنے کی بجائے ان رشتوں کی ترغیب دی ہے اور جن میں خطرہ تھا ان پر پابندی لگا دی ہے۔ آپ دیکھیں حدیث میں رسول اللہؐ نے پھوپھی اور بھتیجی' بھانجی اور دو سگی بہنوں کو بیک وقت یعنی ایک وقت میں دونوں کو اپنے نکاح میں رکھنا حرام اور ناجائز قرار دیا ہے۔

اگر انسان شریعت کے اس ضابطے کو توڑے گا تو اس کے بُرے اثرات اس پر ضرور مرتب ہوں گے۔ کزن میرج کی وجہ سے پیدا ہونے والی اولاد کے متعلق جو خدشات ظاہر کئے جاتے ہیں وہ یہاں تو دکھائی نہیں دیتے البتہ اس حدیث رسول کی خلاف ورزی میں یہ نتائج ضرور پیدا ہو سکتے ہیں۔ کزن میرج کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی اولاد اسلامی اور طبّی نقطہ نظر سے بالکل درست اور صحیح سالم ہو گی۔ (ان شاء اللہ!)

البتہ یہ ممکن ہے کہ بعض موروثی امراض والدین سے اولاد میں منتقل ہو جائیں۔ یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ ایک نسل اگر کسی مرض میں مبتلا رہی ہے تو اسی گھرانے کی کئی نسلیں بالکل اس مرض سے محفوظ رہتی ہیں لیکن عرصہ دراز کے بعد تیسری چوتھی نسل میں پھر کوئی فرد اسی آبائی مرض میں مبتلا ہو

جاتا ہے جبکہ دیگر گھر کے تمام افراد تندرست ہوتے ہیں تو یہ کوئی لازمی نہیں ہے کہ کزن میرج ہی بیماریوں کا سبب ہے۔ اگر انسان اپنی نسل کی بقاء چاہتا ہے تو اس کے ساتھ امراض بھی تو باقی رہ سکتے ہیں لہٰذا ہمیں یہ عقیدہ رکھنا چاہئے کہ امراض من جانب اللہ ہوتے ہیں' جس کو وہ چاہتا ہے لگا دیتا ہے۔ بغیر اسباب کے بھی اور اسباب کے ساتھ بھی لہٰذا کزن میرج اسلامی نقطہ نظر سے بالکل درست ہے ہمیں اسلامی راہنمائی کی طرف دیکھنا چاہئے نا کہ غیر مسلموں کی اندھی تقلید کرنی چاہئے۔

ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ جو امریکہ کرے گا وہ بات حدیث بن جائے گی اور جس کی وہ مخالفت کرے گا ہم بھی بغیر سوچے اس کی مخالفت شروع کر دیں گے۔ ہمیں اتنے بے وقوف نہیں بننا چاہئے کہ قرآن کی بات پر ان کی بات کو ترجیح دینے لگیں۔

باب نمبر 11

متعدی امراض اور اسلامی نقطہ نظر

جدید طب کے مطابق ایسے امراض جو ایک انسان سے دوسرے کو لگ جائیں' ان کو متعدی امراض کہا جاتا ہے سوائے چند امراض کے بقیہ تمام امراض کو جدید طب متعدی امراض تصور کرتی ہے۔ یہ بیماریاں مختلف وائرس یا بیکٹیریا کے ذریعے پھیلتی ہیں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ' ایک انسان سے دوسرے انسان' ایک جانور سے دوسرے جانور تک یہ جراثیم مختلف طریقوں سے پھیل جاتے ہیں۔ اگر ان سے بچاؤ کا مناسب انتظام نہ کیا جائے تو کوئی انسان ان کی زد سے بچ نہیں سکتا لہٰذا اس سے بچاؤ کے لئے مختلف تجاویز محکمہ صحت لوگوں کو دیتا رہتا ہے۔ ان امراض سے بچاؤ کے طریقے بھی بتائے جاتے ہیں جو انسانی سوچ کے مطابق تو درست ہیں لیکن شرعی راہنمائی سے عاری ہونے کی وجہ سے لوگوں کو نفسیاتی مریض بنا چکے ہیں۔ انسانی قدریں یہاں تک پامال ہوئی ہیں کہ ہر انسان بس اپنی جان کی فکر میں ہے' کسی کو دوسرے کے دکھ درد کا کوئی احساس نہیں رہا۔

متعدی سوچ کے معاشرے پر اثرات:

متعدی امراض اور سوچ نے لوگوں کو اتنا متاثر کیا ہے کہ لوگ سائیکالوجی (Psychology) حد تک بذات خود مریض بن چکے ہیں۔ جس شخص نے بھی اس نظریہ کو ضرورت سے زیادہ اپنا لیا وہ اتنا خوف زدہ ہو گیا کہ ہمہ وقت یہ سمجھتا ہے کہ کہیں فلاں شخص سے مجھے بیماری نہ لگ جائے۔ اس کے اندر بیماری قبول کرنے کی اور بیماری میں مبتلا ہونے کی صلاحیت نفسیاتی حد تک بڑھی ہوئی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ احتیاط نہیں بلکہ یہ تو بجائے خود ایک مرض ہے۔ بطور مثال یہ واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

پچھلے سال لاہور کے ایک ہسپتال میں ایک ایسا مریض آ گیا جس کی تمام لیبارٹریز رپورٹس کے بعد ڈاکٹروں نے اسے ایڈز زدہ قرار دے دیا۔ اس کے متعلق یہ اعلان کرنا ہی تھا کہ لوگوں نے ہسپتال سے دوڑیں لگا دیں اور ہسپتال کا پورا وارڈ خالی ہو گیا۔ لوگ اپنے مریضوں کو لے کر دوسری جگہ بھاگ گئے۔ جب ڈاکٹروں نے یہ صورتحال دیکھی تو ڈاکٹر بھی ایسے مریض کے پاس سے کنی کترانے لگے۔ وہ لوگ جو اس کو لے کر آئے تھے' ان میں سے بھی صرف وہی اس کے ساتھ رہے جو اس کے انتہائی قریبی تھے اور وہ اسے چھوڑ کر بھاگ نہیں سکتے تھے ورنہ شاید وہ بھی بھاگ جاتے۔ ہمارے قومی اخبارات نے یہ خبریں بڑی نمایاں طور پر لگائیں اور لوگوں کے اندر ایک خوف وہراس پھیل گیا کہ ایڈز پاکستان میں بھی داخل ہو گیا ہے حالانکہ یہ مریض ایڈز کا پہلا مریض نہ تھا بلکہ اس کے علاوہ بھی ایڈز کے سینکڑوں مریض پاکستان کے اندر موجود ہیں۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ متعدی امراض کے نام پر ہمارے لوگ خود نفسیاتی طور پر متاثر کتنے ہو چکے ہیں۔

اچھوت نظریئے کے نفسیات پر اثرات:

جب انسان کسی خوف یا چیز کو اپنے آپ پر سوار کر لیتا ہے تو وہ ہمہ وقت اسی کے متعلق سوچتا اور اسی کے خوف میں مبتلا رہتا ہے۔ ایسی صورتحال انسان کے لئے درست نہیں ہوتی' یہ بذات خود ایک بیماری ہے۔ ایسی کیفیت کا کبھی بھی اپنے آپ کو شکار نہیں کرنا چاہئے۔ مثال کے طور پر آدمی جب رات کو اپنے گھر سوتا ہے تو بعض اوقات اس کو چور کا تصور آ گھیرتا ہے۔ اب اسے نیند نہیں آتی بلکہ ہر آہٹ اس کو چور کی آہٹ محسوس ہوتی ہے۔ ہر گہرا سایہ اس کو آدمی لگتا ہے۔ وہ ساری رات اسی بے چینی میں کاٹ دیتا ہے' جب صبح ہوتی ہے تو تب اس کو سکون ملتا ہے۔ جب پھر رات آتی ہے تو پھر وہی کیفیت' ایسا کچھ دنوں تک رہتا ہے پھر اس کے بعد یہ کیفیت خود بخود دور ہو جاتی ہے۔

اسی طرح جب آدمی کے ذہن میں یہ بات آ جاتی ہے کہ میرے ساتھ بیٹھنے والے شخص کو نزلہ لگا ہوا ہے' کہیں مجھے بھی نہ لگ جائے تو جب وہ اس پر زیادہ ہی غور شروع کر دیتا ہے تو اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ اس کو نزلہ لگ ہی جاتا ہے۔ اگر وہی آدمی اپنا ارادہ پختہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ پر توکل کرے اور اس بات کو کوئی اہمیت نہ دے تو کوئی بات نہیں کہ وہ نزلہ میں پھنس جائے لیکن جب آدمی نفسیاتی طور پر کسی چیز کا شکار ہو جاتا ہے تو وہ واقعتاً ہی اس میں مبتلا بھی ہو جاتا ہے۔

اسلامی طرز عمل:

اسلامی نقطہ نظر کے مطابق شفاء اور بیماری من جانب اللہ ہے' جس کو وہ چاہے تندرست رکھے اور جس کو چاہے بیماری میں مبتلا کر دے۔ اللہ تعالیٰ یہ کام اسباب کے ساتھ بھی کر سکتا ہے اور بغیر اسباب کے بھی کرنے پر قادر ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کے بارے میں لکھا ہے کہ فلاں شخص فلاں وجہ سے بیمار ہو گا تو دنیا میں وہی چیز بیماری کا سبب بن جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کے متعلق لکھا ہے کہ وہ بغیر کسی وجہ اور سبب کے بیمار ہو گا تو وہ بغیر وجہ و سبب کے ہی بیمار ہو گا لہٰذا اسلام بیماریوں کے متعلق معتدل راستے کا قائل ہے۔ اسلام مکمل احتیاط اور طہارت و صفائی کی تلقین کرتا ہے اس کے بعد توکل علی اللہ کا درس دیتا ہے۔ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

((لَا عَدْوَى وَلَا صَفَرَ وَلَا هَامَةَ' فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ: يَا رَسُوْلَ الله' فَمَا بَالُ الْإِبِلِ تَكُوْنُ فِي الرَّمْلِ كَأَنَّهَا الظِّبَاءُ فَيُخَالِطُهَا الْبَعِيْرُ الْأَجْرَبُ فَيُجْرِبُهَا؟ فَقَالَ رَسُوْلُ الله' فَمَنْ أَعْدَى الْأَوَّلَ؟))[39]

"ایک آدمی سے دوسرے آدمی کو بیماری لگ جانے کا تصور اسلام میں نہیں ہے اور نہ اسلام میں ہامہ کا تصور ہے۔ ایک دیہاتی آدمی نے کہا کہ اللہ کے رسولؐ ان اونٹوں کا پھر کیا ہو گا جو ریگستان میں ہرنوں کی طرح ہیں یعنی صحت مند چاک وچوبند مگر ان میں ایک خارش زدہ اونٹ شامل ہو کر تمام کو خارش زدہ کر دیتا ہے۔ آپؐ نے یہ بات سن کر کہا کہ اگر یہ اونٹ اس خارش والے اونٹ کی وجہ سے بیمار ہوئے ہیں تو پہلے اونٹ کو خارش کہاں سے لگی تھی؟"

اس کو کس اونٹ نے خارش لگائی تھی' مقصد اللہ کے رسولؐ کا یہ تھا کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ دیگر اونٹوں کو خارش اس اونٹ کی وجہ سے لگی ہے' غلط ہے۔ اصل وجہ یہ ہے کہ یہ بیماری اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے نا کہ اس خارش زدہ اونٹ کی وجہ سے' ہاں اگر اللہ تعالیٰ نے دیگر اونٹوں کو بھی بیمار کرنا ہے تو ممکن ہے یہی اونٹ ان کی بیماری کا ظاہری سبب بن جائے اور ہمیں دیکھنے میں یہی سمجھ آئے کہ دیگر اونٹ اسی کی وجہ سے بیمار ہوئے ہیں۔ سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ایک کوڑھ والے آدمی کا ہاتھ پکڑا اور انسے اپنے ساتھ کھانا کھانے کے لئے کہا' اس کا ہاتھ اپنی تھالی میں رکھ دیا جس میں رسول اللہؐ خود کھانا کھا رہے تھے اور فرمایا:

---

39 بخاری' کتاب الطب' باب لا هامة: ۵۷۷۰

((كُلْ ثِقَةً بِاللّٰهِ وَتَوَكُّلاً عَلَيْهِ))[40]

"تو کھا میں اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور توکل کرتا ہوں۔"

اس حدیث سے بھی یہ بات ثابت ہوئی کہ اصل چیز عقیدہ اور توکل ہے یہ جتنا مضبوط ہو گا' اتنی ہی انسان کے اندر بیماری کے خلاف قوت مدافعت پیدا ہو گی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انسان کو بیماری سے محفوظ رکھے گا۔

بیماریوں سے بچنے کا نبوی نسخہ:

اوپر ذکر کردہ حدیث مبارکہ میں جو دعا ہے وہ پوری اُمت کے لئے حجت ہے۔ جب بھی کسی مریض کے ساتھ کھانا کھائیں تو یہ دعا ضرور پڑھ لیں ان شاء اللہ' اللہ تعالیٰ ضرور بیماری کے جراثیم سے محفوظ فرمائے گا۔

((بِسْمِ اللّٰهِ ثِقَةً بِاللّٰهِ وَتَوَكُّلاً عَلَيْهِ))[41]

"اللہ کے نام سے اللہ پر اعتماد کرتے ہوئے اور اسی پر بھروسہ اور توکل کرتے ہوئے۔"

جب آپ کسی مصیبت زدہ آدمی کو دیکھیں تو یہ دعا پڑھیں:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ عَافَانِيْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِيْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيْلاً))[42]

"شکر ہے اس اللہ کا کہ جس نے مجھے عافیت عطا فرمائی اس تکلیف سے جس میں تجھے اللہ تعالیٰ نے مبتلا کیا ہے اور مجھ کو اپنی بے شمار مخلوق پر جو اس نے پیدا کی ہے' فضیلت دی ہے۔"

یہ الفاظ انسان میں اتنی بڑی قوت ارادی پیدا کر دیتے ہیں جو بیماری کے خلاف دیگر تمام تدابیر سے بہتر ہیں۔

((اَللّٰهُمَّ عَافِنِيْ فِيْ بَدَنِيْ اَللّٰهُمَّ عَافِنِيْ فِيْ سَمْعِيْ اَللّٰهُمَّ عَافِنِيْ فِيْ بَصَرِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَقْرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ))[43]

"اے اللہ! مجھے میرے بدن میں عافیت عطا فرما' اے اللہ! مجھے میرے کانوں میں عافیت عطا فرما' اے اللہ! مجھے میری آنکھوں میں عافیت عطا فرما' تیرے سوا کوئی معبود نہیں' اے اللہ! میں تجھ سے کفر اور فقر سے پناہ مانگتا ہوں اور عذاب قبر سے پناہ مانگتا ہوں نہیں ہے کوئی معبود مگر تو ہی۔"

---

40 ابن ماجہ' کتاب الطب' باب الجذام: ۳۵۴۲

41 طب نبوی: ۲۳۔

42 ترمذی' کتاب الدعوات' باب ماجاء مایقول اذا رای مبتلی: ۳۴۳۲

43 ابوداود' کتاب الادب' باب مایقول اذا اصبح: ۵۰۹۰

اس کے علاوہ بھی اذکار کی کتابوں میں بے شمار دعائیں ایسی ہیں جن کی تعلیم آپؐ نے دی ہے اور ان میں انسانی حفاظت کا ایک مکمل سسٹم موجود ہے۔

لہٰذا ان تمام احادیث سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ بذات خود کوئی بھی مرض اور بیماری کسی پر حملہ آور نہیں ہو سکتی جب تک اس کو اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہو' جب اللہ تعالیٰ کی منشاء ہو گی تو وہ اسباب کے ذریعے بھی لگ سکتی ہے اور بغیر اسباب کے بھی۔

تو انسان کے لئے یہی حکم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے خیر و عافیت طلب کرتا ہے اور اسی پر توکل اور بھروسہ کرتا ہے۔

امراض میں احتیاطی تدابیر اختیار کرنا:

کتاب و سنت کی روشنی میں کوئی بھی مرض متعدی نہیں کہ وہ بذات خود ایک آدمی سے دوسرے کو جا لگے۔ ایسا عقیدہ رکھنا درست نہیں۔ ہاں البتہ اسلام نے انسانی طبیعت اور نفسیات کو پیش نظر رکھتے ہوئے بعض امراض اور معاملات میں احتیاط کرنے کا حکم ضرور دیا ہے اور احتیاط کے بعد معاملہ اور انجام کار اللہ ہی کے سپرد ہے۔

صحیح مسلم کی ایک حدیث کے مطابق اگر انسان کسی مریض کے متعلق احتیاطی تدبیر اختیار کرتے ہوئے اس کو عام لوگوں کے ساتھ بیٹھنے نہیں دیتا کہ کہیں لوگ اس کو حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھیں اور یہ مریض احساس کمتری کا شکار نہ ہو تو مریض کے لواحقین اور مریض کو بذات خود لوگوں سے ملاقات کرنے سے اجتناب کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر مریض اور اس کے لواحقین ایسی احتیاط کرتے ہیں تو یہ بہتر ہے اس میں مریض کا اپنا بھی فائدہ ہے اور دیگر لوگوں کا بھی۔ سیّدنا عمرو بن شریدؓ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں' بنو ثقیف قبیلے کا وفد جب نبی اکرمؐ کی بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوا تو ان میں ایک کوڑھ والا آدمی تھا تو نبی اکرمؐ نے اس کی طرف پیغام بھیج دیا:

((اَنَّا قَدْ بَایَعْنَاكَ فَارْجِعْ))[44]

"ہم نے آپ کی بیعت کر لی آپ واپس چلے جائیں۔"

یعنی نبی اکرمؐ نے اس کی تکلیف کی شدت دیکھ کر اس کو بیعت کے لئے حاضر ہونے سے مستثنیٰ قرار دے دیا۔ دوسرا یہ کہ اسے مجمع عام سے بھی روک دیا تاکہ کہیں یہ شخص احساس کمتری کا شکار نہ ہو۔ رسول اللہؐ نے فرمایا:

44 مسلم' کتاب السلام' باب لاعدوی: ۲۲۲۰

((لَا عَدْوٰی وَلَا طِیَرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ وَفِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ كَمَا تَفِرُّ مِنَ الْاَسَدِ))[45]

"نہیں بیماری لگتی کسی سے کسی کو اور نہ ہی بدشگونی ہے اور نہ ہی مقتول کے سر سے اُلو نکلتا ہے اور نہ ہی صفر کا مہینہ بُرا ہے اور فرمایا بھاگ تو جذام والے سے جیسے تو بھاگتا ہے شیر سے۔"

چونکہ قدرتی بات ہے کہ اس بیماری سے انسان کو نفرت ہوتی ہے تو جب بیمار سے ایسا رویہ اختیار کیا جائے تو اس کو زیادہ رنج ہوتا ہے لٰہذا حدیث کے ابتدائی حصہ میں آپؐ نے وضاحت کر دی کہ کوئی بیماری کسی کو خود بخود نہیں لگ سکتی' باقی اگر بیمار کو دیکھ کر اس سے نفرت ہی کرنی ہے اور اس کو تکلیف ہی پہنچانی ہے تو اس کے قریب ہی نہ جایا جائے۔

حالانکہ پیچھے ذکر کردہ حدیث میں یہ بات موجود ہے کہ آپؐ نے خود جذام والے شخص کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی تھالی میں ڈال دیا۔

طاعون:

اسی طرح عہد فاروقی رضی اللہ عنہ میں 17ھ کے آخری ایام اور 18ھ کے ابتدائی ایام میں عراق' شام اور مصر میں طاعون کی وباء پھیل گئی۔ شام میں طاعون کی وباء کے نمودار ہونے کا حال سن کر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے خود شام کی اسلامی فوجوں کی طرف روانہ ہوئے' مقام سرغ میں پہنچے تھے کہ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور دیگر کمانڈر سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے استقبال کے لئے نکلے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بعض صحابہ نے منع کر دیا کہ آگے طاعونی علاقہ ہے آپ آگے نہ جائیں۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم نے کہا کہ میں نے آپؐ سے خود سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا ہے:

"جس جگہ وباء پھیلی ہو' وہاں نہ جاؤ اور اگر اتفاقاً اس جگہ وباء پھیل جائے جہاں تم موجود ہو تو وہاں سے نہ بھاگو۔"

اس حدیث رسول اللہ کو سن کر سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ واپس مدینے کی طرف پلٹ آئے اور آگے جانے کا فیصلہ ملتوی کر دیا' کمانڈروں کو ہدایات دیں کہ وہ بیماری کے انسداد کے لئے تدابیر اختیار کریں۔

اسی حکم فاروقی کی تعمیل میں سالار لشکر جناب ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم نے لشکر کو وہاں سے ایک کھلی فضاء میں منتقل کر دیا چنانچہ لشکر مقام جابیہ میں آ گیا۔ یہاں ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ مرض

[45] بخاری' کتاب الطب' باب الجذام: ۵۷۰۷۔

طاعون میں مبتلا ہو کر شہید ہو گئے۔ ان کے بعد سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سالار لشکر بنے' وہ بھی اور ان کا بیٹا بھی زیادہ دیر زندہ نہ رہ سکے' اسی مرض سے شہید ہو گئے۔ ان کے بعد عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم امیر لشکر بنے تو انہوں نے اسلامی فوج کی چھوٹی چھوٹی ٹولیاں بنا کر لشکر کو پہاڑوں کی چوٹیوں پر پھیلا دیا جس کے بعد جلد ہی اس وباء کا زور ٹوٹ گیا۔

لیکن بے شمار لوگ اس مرض کی نظر ہوئے اور بڑے بڑے بزرگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسی مرض کی وجہ سے شہید ہو گئے۔[46]

اس سے بھی یہ پتا چلا کہ احتیاطی تدابیر اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن توکل علی اللہ میں کمی نہیں آنی چاہئے اور نفسیاتی وباء کا شکار نہیں ہونا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو تمام امراض سے محفوظ فرمائے ——— آمین یارب العالمین اللہ تعالیٰ ہمیں دین اسلام پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

